شہزادہ اعلیٰحضرت حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی کی سیرت پر ایک عظیم تصنیف

مُفتیٔ اعظم ہند مدظلہٗ

مؤلف

سید محمد ریاست علی رضوی بریلوی

باہتمام شاہ تُراب الحق قادری



ادارۂ اہلسنّت کراچی

نام کتاب ——— "مفتی اعظم ہند"

تصنیف ——— سید محمد ریاست علی قادری رضوی

بار اول ——— ایک ہزار ، مئی ۱۹۷۹ء
دوم ——— ایک ہزار دسمبر ۱۹۸۰

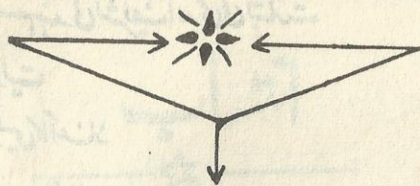
باہتمام ——— سید شاہ تراب الحق قادری

طابع ——— نفیس اکیڈمی، کراچی

کتابت ——— حبیب (روہڑی)

قیمت ——— [redacted]

ترتیب

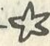




Sh. Shaukat Ali Printers, Karachi

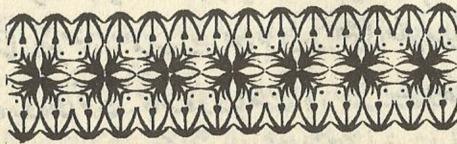
فہرستِ کتاب

انتساب



میں اپنی اس کتاب کو والدِ محترم جناب الحاج سید والد علی صاحب قبلہ مرحوم و مغفور کے نام منسوب کرتا ہوں جنکی زندگی کا بیشتر حصہ اعلیٰحضرت۔ امام اہلسنت۔ مجددِ دین و ملت مولینا مولوی الشاہ احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و شہزادگان محترم حجۃ الاسلام حضرت مولینا مولوی الشاہ محمد حامد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولینا مولوی الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں گزرا۔ اللہ تعالیٰ والدِ بزرگوار کی مغفرت فرمائے آمین ثم آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

سید محمد ریاست علی قادری رضوی مصطفوی۔



دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شہزادۂ اعلیٰحضرت۔ تاجدارِ اہلسنت۔ شیخ الاسلام۔ آفتابِ ولایت۔ قطب عالم۔ ولی کامل۔ امام الفقہاء۔ سیدی و مرشدی۔ مولینا مولوی الحاج حضرت شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اُس علمی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں جس کی تجلیوں سے پاک و ہند کی سرزمین پچھلے کئی سو سالوں سے منور ہو رہی ہے۔ موجودہ دور کا کوئی عالم دین ایسا نہیں جو آپ کی علمیت و دانائی کا معترف نہ ہو۔ کوئی شیخ ایسا نہیں جو آپ کی بزرگی اور تقویٰ کا قائل نہ ہو۔ کوئی فقیہہ ایسا نہیں جو آپ کی صداقت وحق گوئی کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ آج روئے زمین پر مفتیٔ اعظم ہند کا کوئی ہمسر نہیں۔ کروڑوں اہلسنت کی زمامِ قیادت آپ ہی کے دستِ اقدس میں ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ یادِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتیٔ اعظم ہند کا سایہ دنیائے سنیت پر تادیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند کے مریدوں کی تعداد اسّی لاکھ سے بھی زیادہ ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس مکرّم شمعِ حق کے پروانوں کی کثیر تعداد نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ افریقہ۔ ایشیا اور مشرقِ بعید کے ممالک میں بھی ہے اور برِّ صغیر کا تو گوشہ گوشہ جانثارانِ مفتیٔ اعظم ہند سے بھرا پڑا ہے۔ مفتیٔ اعظم ہند کی خداداد صلاحیت۔ بے پناہ روحانی قوت۔ مجاہدہ و ریاضت اور سب سے بڑھکر عبادتوں کی عبادت بلکہ روحِ عبادت اور ایمان کی جان یعنی تعظیمِ نبیٔ مکرم فخرِ دو عالم۔ تاجدار

مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت آپ اب اُس مقام پر فائز ہیں جہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ کا گزر نہیں۔ شریعت و طریقت کے علمبردار معرفت کے سمندر میں غوطہ زن سلوک کی منزل کیطرف رواں دواں یہ مردِ قلندر اپنی زندگی کے چھیاسٹھ سال دینی و علمی خدمات میں گزار چکا ہے مفتیٔ اعظم ہند اہل حق کے محبوب رہنما اور روحانی پیشوا ہیں۔ اہل سنت و جماعت پر آپ کے عظیم احسانات ہیں۔ اس زمانہ میں جبکہ دشمنانِ اسلام مختلف حیلوں بہانوں سے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں آپ پرچمِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ میں اہلسنت کی قیادت فرما رہے ہیں اور اُن اسلام دشمن گروہوں سے نبرد آزما ہیں جو مسلمانوں کے قلوب سے توحید کے نام پر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

عصرِ حاضر کے جلیل القدر علماء اور مفتیانِ کرام آپ کو اپنا امام مانتے ہیں۔ علم فقہہ و تفسیر۔ علم حدیث و نعت گوئی کے علاوہ آپ تجوید و ادب۔ فن تاریخ گوئی علم جفر و تکسیر۔ فلسفہ و منطق۔ ریاضی و توقیت و دیگر علوم و فنون میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں اور فتویٰ نویسی تو گویا آپ کے مزاج اور سرشت میں ہے کیونکہ یہ فن تو آپ کو وراثت میں ملا ہے۔ مفتیٔ اعظم ہند کی پرورش ہی اُس ماحول میں ہوئی جہاں علم و فضل کا ہمیشہ دور دورہ رہا۔ آپ کے فتاویٰ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ سنہ ۱۳۴۹ھ سے سنہ ۱۳۵۹ھ یعنی دس سال کے عرصہ کے فتاویٰ "فتاویٰ مصطفویہ"، کتاب الایمان کی صورت میں منظرِ عام پر آچکے ہیں اور اپنی مثال آپ ہیں اور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاضل بریلوی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ مفتیٔ اعظم ہند کی جامع الکمالات شخصیت سے تمام مسلمانوں کو روشناس کرانے کی بے حد ضرورت ہے تاکہ سوادِ اعظم اپنی زندگیوں کو ان کے نقشِ قدم پر ڈھال سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مفتیٔ اعظم ہند کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

گذارش و اظہارِ تشکر



پیشِ نظر کتاب حضور مفتیٔ اعظم ہند پر کوئی جامع تصنیف نہیں لیکن اس چھوٹی سی کتاب میں اس بات کا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ موجودہ نوجوان نسل کو آپ کے دینی و علمی کارناموں سے کماحقہٗ روشناس کرایا جائے تاکہ قوم وملت کے یہ سپوت اور مستقبل کے معمار اپنی زندگیوں کو مفتیٔ اعظم ہند کی شخصیت میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

مفتیٔ اعظم ہند کے علمی کارناموں اور دینی خدمات پر تو کوئی جلیل القدر عالم دین ہی طبع آزمائی کر سکتا ہے۔ یہ کتاب میری ایک طالب علمانہ کوشش ہے جس کو میں نے بہت ہی عجلت میں زیورِ تحریر سے آراستہ کیا ہے۔ مفتیٔ اعظم ہند جیسے بلند پایہ عالم دین اور مفکرِ اعظم پر لکھنے کیلئے جن اہلیتوں کی ضرورت ہے اس کا مجھ میں فقدان ہے مگر اسے میری ہمت کہیئے یا عقیدت کہ اپنی کم علمی اور تہی دستی کے باوجود اسکو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اس کتاب میں مفتیٔ اعظم ہند کے وہی حالات درج کر رہا ہوں جو مجھے بعض کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوئے یا جنہیں میں نے اپنے بزرگوں سے سُنا جہاں تک ہو سکا میں نے ان حالات کی تحقیق میں غفلت اور کوتاہی نہیں کی اور یہ مبالغہ سے بالکل خالی ہیں۔ اس ضمن میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو قارئین کیلئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا کہ میں خود بھی تین ہفتہ بریلی شریف میں مفتیٔ اعظم ہند کی خدمتِ عالیہ میں رہا اور جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا وہی زبانِ قلم سے آپ کو سُنانا چاہتا ہوں۔ میں نے اس عرصہ میں جہاں تک ممکن ہو سکا اپنی اس کتاب کیلئے مختلف ذرائع سے مواد جمع کیا جس کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ آخر میں یہ عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر اس

کوشش میں مجھ سے کسی قسم کی کوئی کوتاہی سرزد ہوگئی ہو تو برائے مہربانی قارئین اُس کی نشاندہی کر کے میری اصلاح فرما دیں جس کے لئے میں اُن کا بیحد مشکور و ممنون ہوں گا۔

اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں، میں اپنے بہت سے کرم فرماؤں کا ممنونِ احسان ہوں جس کا اعتراف نہ کرنا احسان فراموشی ہوگی۔ میں اُن دوستوں کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس ناچیز و حقیر کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ خاص طور پر جناب الحاج قاری محمد مصلح الدین صدیقی صاحب قبلہ خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند جنہوں نے میری ہر طرح مدد فرمائی۔ میں محترم حضرت علامہ القاری والحاج محمد مصلح الدین صدیقی صاحب قبلہ کی پُرکشش شخصیت سے بیحد متاثر ہوا ہوں۔ آپ جس لگن اور خوش اسلوبی سے اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشن کو آگے بڑھانے میں رات و دن کوشاں ہیں اُسکی مثال ملنا محال ہے۔ آپ نے مسلکِ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پاکستان میں جس حُسن و خوبی سے پھیلانے کا بیڑہ اٹھایا ہے وہ یقیناً قابلِ ستائش ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک جناب رسالتمآب حضور پر نور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل قاری محمد مصلح الدین صدیقی صاحب قبلہ کے درجات بلند فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں جناب محترم عبدالنعیم عزیزی ایم۔اے۔بی۔ایس۔سی (علیگ) بلرامپوری کا بیحد شکر گزار ہوں جن کی کتاب "مفتیٔ اعظم ہند" پڑھ کر ہی دل میں شوق پیدا ہوا کہ پاکستان میں بھی مفتیٔ اعظم ہند کی شخصیت پر ایک کتاب لکھی جائے۔ اور آخر میں جناب علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہٗ غزالیٔ دوراں و صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان کا بیحد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود زیرِ نظر کتاب کو دیکھا اور میری ہمت افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجاتِ عالیہ میں برکت عطا فرمائے اور

ان کا سایہ دنیائے سنیت پر تا دیر قائم رکھے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآل اصحابہ اجمعین۔ علامہ صاحب کی شخصیت سے بھلا کون واقف نہیں؟ جناب علامہ کاظمی صاحب کا شمار پاکستان کے اُن جید علماء کرام میں ہوتا ہے جن کی تمام زندگی تبلیغ واشاعت اسلام کے لئے وقف ہے۔ علامہ صاحب کی تبلیغ واشاعت کا ماحاصل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ علامہ کاظمی صاحب ہر جگہ سینہ سپر نظر آتے ہیں جہاں اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے قلوب سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ علامہ صاحب ہر محاذ پر گستاخان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نبرد آزما ہیں اور جانثاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت فرما رہے ہیں۔ علامہ کاظمی صاحب کو بے شک اسلام کی ڈھال کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

قارئین کرام واضح ہو کہ اس کتاب کی تیاری میں اگر میری مدد علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی خطیب مسجد اخوند کھارا در کراچی نہ فرماتے تو شائد یہ کتاب منظر عام پر نہ آتی در اصل اس کتاب کی اشاعت وطباعت اور اس کے منظر عام پر آنے کا سارا کریڈٹ علامہ شاہ تراب الحق قادری کو پہنچتا ہے۔

طباعت کتابت ڈیزائن وغیرہ تمام کام بھی موصوف ہی نے کروایا اور بفضل تعالیٰ پائے تکمیل کو پہنچا یہ آپ ہی کا حصہ ہے ورنہ مجھ جیسے ناتجربہ کار اور کم مایہ انسان کے لئے یہ کام تقریباً ناممکن تھا اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے پیارے حبیب لبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سید محمد ریاست علی قادری رضوی مصطفوی۔

یا اللہ جل جلالہٗ



یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



فون نمبر ۲۵۷۱

ازمدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم (رجسٹرڈ) کچہری روڈ ملتان شہر

تاریخ — سنہ — نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

زیر نظر رسالہ مؤلفہ حضرت مولانا سید ریاست علی صاحب قادری مصطفوی مدظلہ العالی بعض مقامات سے دیکھا۔ ماشاء اللہ نہایت مفید پایا۔

سیدنا مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کی شان کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت ممدوح، امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر اور صحیح جانشین ہوتے ہوئے ساتھ "الولد سر لابیہ" کے سچے مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر شریف دراز فرمائے اور اہلسنت پر حضور کا ظل عاطفت قائم دائم رکھے، اور زیر نظر رسالہ کو قبولیت عام کا شرف عطا فرمائے اور مؤلف موصوف کو جزائے خیر دے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ فقیر احمد سعید کاظمی غفرلہ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ نزیل کراچی

پیش لفظ

از:- حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صاحب صدیقی
خطیب میمن مسجد، کھوڑی گارڈن، کراچی

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب کو جو تاجدار اہلسنت شہزادہ اعلیحضرت حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں دامت برکاتہم القدسیہ کی سیرت مقدسہ پر مشتمل ہے جس کو ایک بادہ خوار خمستان مصطفوی محترم المقام سید محمد ریاست علی قادری رضوی نے لکھا ہے فقیر کو دیکھنے اور مناسب اصلاح اور اس پر کچھ لکھنے کی خواہش کی گئی ہے فقیر نے اسے از اول تا آخر دیکھا اور کہیں کہیں اس میں مناسب ترمیم کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت مفتی اعظم کی حیات مقدسہ کا ایک ایسا پر فضا باغ ہے کہ جس میں ہمہ اقسام کے پھول کھلے ہوئے مہکتے ہوئے اہل عقیدت و ارادت کے مسام جان کو معطر کرتے دکھائی دیتے ہیں طالبان راہ حق وارباب معرفت کے لئے اس میں بہت کچھ سامان بصیرت بھی ہے خدائے بزرگ و برتر جزائے خیر دے اس کے مصنّف کو کہ جس نے بڑی کوشش و محنت سے حضرت مفتی اعظم کی حیات مقدسہ کے اکثر گوشوں کو اجاگر کیا گویا یہ کتاب حضرت کی بولتی تصویر ہے۔

فقیر کو حضرت مفتی اعظم کی ذات سراپا قدس سے اسوقت سے عقیدت ہے جبکہ یہ فقیر سلسلہ قادریہ عالیہ رضویہ سے منسلک نہ ہوا تھا آج سے ٹھیک ۴۵ برس پہلے حضرت استاد مکرم حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمتہ کی

رکاب سعادت میں بعد فراغت امتحان سالانہ دارالعلوم اشرفیہ قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڈھ مراد آباد جامعہ نعیمہ کے سالانہ اجلاس میں حاضر ہوا تھا اس اجلاس مبارک میں اکابرین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا یہ نورانی بزرگ اسٹیج پر جلوہ افروز تھے اور انتظار ہو رہا تھا ایک عظیم و بزرگ مہمان کی آمد کا کہ اچانک اعلان ہوا کہ شہزادۂ اعلیحضرت حضرت مفتیٔ اعظم مصطفیٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ اسٹیج کو رونق بخشنے والے ہیں اور اس اعلان کے ساتھ ہی حضرت صدرالافاضل فخر الاماثل مولانا نعیم الدین صاحب اپنے کمرہ سے بصد احترام حضرت مفتیٔ اعظم کو لے کر برآمد ہوئے۔ اب کیا تھا کہ سارا جلسہ نعروں سے گونج رہا تھا اور منتظر اور بے قرار نگاہیں حضرت مفتی اعظم کے چہرۂ نورانی پر نثار ہو رہی تھیں حضرت مفتی اعظم اسٹیج پر دو زانو گردن جھکائے تشریف فرما تھے مغنی جسم سر پر مغنی عمامہ بدن میں اچکن چہرہ پُر رونق و پُر کشش گھنی ڈاڑھی اہل جلسہ ایک شاہکار قدرت کے نظارہ میں مصروف تھے کہ اچانک حضرت صدرالافاضل کھڑے ہوئے اور حضرت مفتی اعظم کو کھڑے ہونے کی درخواست کی پھر صدرالافاضل نے حضرت مفتی اعظم کا اپنے مخصوص انداز میں تعارف کرایا اور تعارف کا حق ادا فرمایا جو حضرت ہی کا حصہ تھا ان تعارفی کلمات اور ادبی شہپاروں پر اہل جلسہ جھوم رہے تھے اور صدائے آفرین بلند کر رہے تھے یہ تو تھی پہلی ملاقات۔

۱۹۵۵ء میں یہ فقیر بریلی شریف حاضر ہوا تو حضرت مفتی اعظم جبلپور تشریف لے گئے تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف کی تاریخیں تھیں، پہلے اجلاس میں فقیر کو تقریر کا موقعہ ملا دوسرے

دن شام کو حضرت مولانا جیلانی میاں فقیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے پاس اہل شہر کی جانب سے بہت سی فرمائشیں آئی ہیں کہ آج کے اجلاس میں پاکستانی مولوی کو تقریر کا ضرور موقع دیا جائے لہٰذا آج کے اجلاس میں تمہیں ضرور تقریر کرنی ہے چنانچہ دوسرے اجلاس میں تقریر ہوئی۔ اسی دن مظہر اسلام کے طلبہ کے سالانہ امتحانات تھے اور ممتحن حضرات میں سے کوئی نہ آیا نماز جمعہ کے بعد حضرت جیلانی میاں کا نورانی بیان ہو رہا تھا میں محویت کے عالم میں بیٹھا تھا کہ حضرت مفتی سید افضل حسین صاحب نے جو اس وقت مظہر اسلام کے شیخ الحدیث تھے خط لکھا کہ آپ فوراً آئیں اور دورہ کے طلبہ کا امتحان لیں چنانچہ فوراً اٹھا اور امتحان لیا، بڑی تمناؤں و آرزوں کے ساتھ بریلی شریف حاضر ہوا تھا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے مزار پر انوار کی زیارت کے ساتھ ہی حضرت مفتی اعظم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوگا اور حضرت آستانہ عالیہ پر موجود نہ تھے میری دوسری منزل مبارکپور ضلع اعظم گڈھ تھی میں نے وہیں سے حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ حضرت سیدی و مرشدی صدر الشریعہ و بدر الطریقہ کے وصال کے بعد میری تمناؤں و آرزوؤں کا مرکز حضور ہی کی ذات ہے بڑے ارمان کے ساتھ حاضر ہوا تھا مگر بڑی حسرت کے ساتھ مبارکپور روانہ ہو رہا ہے اگر حضرت کا قیام ہفتہ عشرہ تک جبلپور رہیگا تو بواپسی مطلع فرمائیں کہ مبارکپور سے واپسی میں جبلپور ہوتا ہوا ناگپور جاؤں حضرت مفتی اعظم نے حضرت مولانا برہان الحق صاحب سے خط لکھوایا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں آپ سے ملنے کیلئے مبارکپور آ رہا ہوں لہٰذا آپ وہیں میرا انتظار کریں اس ذرہ بے مقدار پر حضرت کا انتہائی کرم تھا میں چونک

پڑا اور حضرت کیلئے اس طویل سفر کی مشقت کا تصور کر کے فوراً ہی ٹیلی گرام دیا کہ فلاں تاریخ کو جبلپور حاضر ہو رہا ہوں چنانچہ استاذ مکرم حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب سے اجازت لے کر اور سیدی و مرشدی صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ کے مزار پر حاضری دے کر جبلپور پہنچا حضرت نماز عشاء ادا فرما رہے تھے بعد نماز قدم بوسی سے مشرف ہوا اور دیرینہ تمنا پوری ہوئی تین روز تک حضرت کی خدمت میں رہنے کا موقعہ نصیب ہوا اور عجیب و غریب واقعات کا مشاہدہ کیا ایک دن حضرت سے درخواست کی کہ سیفی شریف کی اجازت مرحمت فرمائیں تو حضرت نے فوراً ہی تحریری اجازت نامہ مرحمت فرمایا جو فقیر کے پاس محفوظ ہے۔



تعارف مؤلف

از سید شاہ تراب الحق قادری

اسم گرامی سید محمد ریاست علی ولد حاجی سید واحد علی مرحوم جائے پیدائش بریلی شریف، تعلیم میٹرک اسلامیہ کالج کراچی سے کیا۔ انٹر ایس ایم سائنس کالج سے کیا۔ اس کے بعد چار سال کے لئے جرمنی تشریف لے گئے۔ وہاں ٹیلی مواصلات کے شعبہ میں ٹریننگ حاصل کی اور پاکستان آ گئے۔ پاکستان آنے کے بعد مترجم کی حیثیت سے جرمنی سے انگریزی میں ٹرانسلیشن کا کام کیا اور بعد میں محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت اختیار کی اور آجکل ٹیلیفون سیلس ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت مینیجر کام سر انجام دے رہے ہیں۔ جرمنی سے انگریزی کا ٹرانسلیشن کا کام بھی جاری ہے۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کے محرکات یہ ھیں کہ موصوف تقسیم کے بعد جب پاکستان آئے اس کے بعد ۱۹۵۶ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ حضور مفتی اعظم ہند کو قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا تو آپ کے زہد و تقوی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اور فوراً شرف بیعت حاصل کیا۔ اگرچہ عقیدت آستانہ رضویہ سے پہلے ہی سے تھی۔ اس لئے کہ موصوف کے والد ماجد سید واحد علی صاحب کو اعلحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت حاصل تھا جس کی وجہ سے اکثر بیشتر مواقع پر اعلحضرت اور شہزادہ اعلحضرت کا ذکر خیر ہوتا تھا۔ اس لئے مؤلف موصوف آستانہ رضویہ سے متعارف تھے مختلف کا اہلسنت میں تعارف کرانے کے لئے

اتنی بات کافی ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے منظور نظر مرید مولانا سید ایوب علی صاحب کے نسبتی ہمشیر زادہ ہیں۔ موصوف ایک اچھے اہل قلم ھیں سیرت و صورت میں شرع کے پابند ہیں۔ گاہے بگاہے مختلف عنوانات پر روزنامہ جنگ میں مضامین بھی جاری کرتے رہتے ہیں جو عوام میں خاصے مقبول ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ بھی مؤلف کی ایک اور کتاب عظمت رسول صلی اللہ وسلم بھی ہے۔ جو تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل ہے جو عنقریب زیور طباعت سے مزین ہونے والی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔





حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کا شجرہ نسب

سعید اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ شجاعت جنگ بہادر

سعادت یار خاں رحمۃ اللہ علیہ وزیر مالیات

محمد اعظم خاں رحمۃ اللہ علیہ

حافظ کاظم علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

امام العلماء رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاتقیا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ

امام اہلسنت احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مفتیٔ اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں دامت برکاتہم

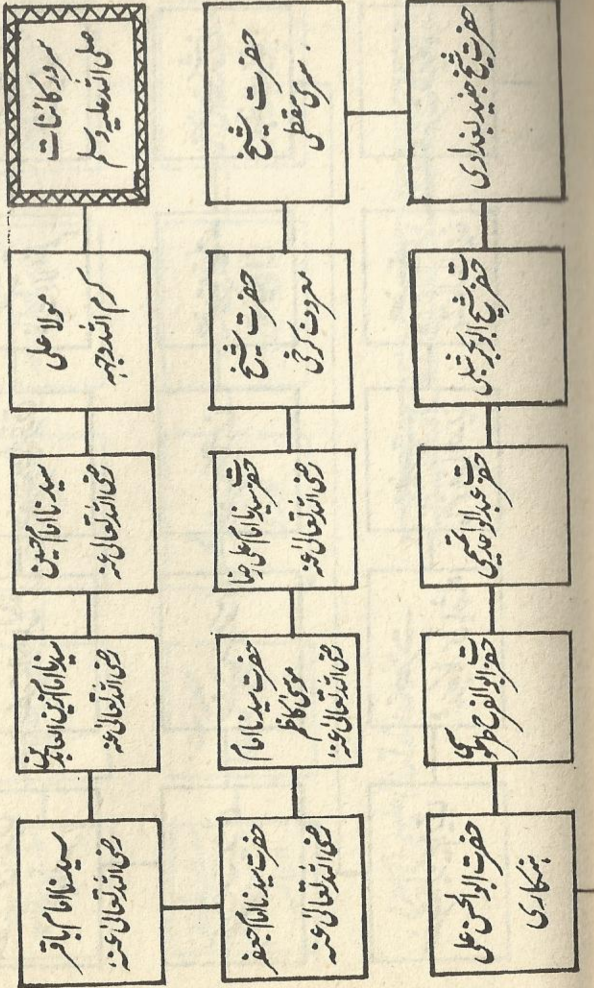
شجرہ نسب

مفتیٔ اعظم ہند کے شجرۂ نسب کی ابتدا حضرت سعید اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کی جارہی ہے جو عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر کے لقب سے مشہور تھے اور قندھار کے بہت ہی معروف قبیلہ بڑھیچ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ سلطان محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے حکومتِ وقت نے انہیں "شش ہزاری" کے منصبِ جلیلہ سے سرفراز کیا تھا۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھی۔ حضرت سعید اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت سعادت یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلطانِ وقت کی حکومت میں وزیرِ مالیات کے عہدہ پر فائز تھے۔ اُن کی امانت داری اور دیانت کا یہ عالم تھا کہ سلطان محمد شاہ نے بدایوں کے کئی مواضعات انہیں عطا کئے جو آج بھی اسی خاندان کی ملکیت ہیں۔ انکے صاحبزادے حضرت محمد اعظم خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی وزارتِ عظمیٰ کے عہدہ پر فائز تھے مگر کچھ عرصہ بعد سلطنت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوکر زہد و تقویٰ۔ ریاضت و روحانیت کی جانب مکمل طور پر مائل ہو گئے۔ حضرت محمد اعظم خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والا صفات سے قندھار کے دینی خاندانوں میں علم و فضل، ورود و وظائف، زہد و تقویٰ کا بول بالا شروع ہوا۔ ان سے حضرت حافظ کاظم علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تولد ہوئے۔ ان سے امام العلماء حضرت رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان سے رئیس اتقیاء حضرت نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سے مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تولد ہوئے۔ اور
اِن سے مفتیٔ اعظم ہند مولٰینا مولوی الشاہ محمد مصطفٰے رضا خاں صاحب دامت برکاتہم
جو اپنے بڑے بھائی حجۃ الاسلام مولٰینا مولوی الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ
علیہ سے عمر میں اٹھارہ سال چھوٹے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ دینِ حق کی تبلیغ میں رات و
دن کوشاں ہیں اور بریلی شریف میں مقیم ہیں۔



شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ مصطفویہ



حضرت محی الدین ابو النصر — حضرت ابو صالح نصر — حضرت عبد الرزاق — حضرت سیدنا غوث الاعظم — حضرت شیخ ابو سعید مخزومی

حضرت سید علی — حضرت سید موسیٰ — حضرت سید حسن — حضرت سید احمد جیلانی — حضرت شیخ بہاؤ الدین

حضرت ابراہیم ایرجی — حضرت محمد بھکاری بادشاہ — حضرت قاضی ضیاء الدین — حضرت شیخ جمال الدین — حضرت سید محمد

حضرت شاہ حمزہ — حضرت شاہ آل محمد — حضرت شاہ برکت اللہ — حضرت فضل اللہ — حضرت سید احمد

حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں — حضرت شاہ آل رسول — حضرت ابو الحسن نوری — حضرت امام احمد رضا — مصطفےٰ رضا خان دامت برکاتہم العالیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

شجرۂ قادریہ عالیہ

یا الٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے
کربلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علم حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

بہر معروف و سری معروف دے بیخود سری
جندِ حق میں گن جنید باصفا کے واسطے

بہر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن و سعد
بوالحسن اور بوسعیدِ سعد زا کے واسطے

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدر عبد القادرِ قدرت نما کے واسطے

اَحْسَنَ اللہُ لَہٗ رِزْقاً سے دے رزق حسن
بندہ رزاق تاج الاصفیاء کے واسطے

نصرابی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ
دے حیاتِ دیں محیِّ جانفزا کے واسطے

طورِ عرفاں و علو و حمد و حسنیٰ و بہا
دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے

بہر ابراہیم مجھ پر نارِ غم گلزار کر
بھیک دے داتا بھکاری بادشاہ کے واسطے

خانۂ دل کو ضیاء دے روئے ایماں کو جمال
شہ ضیاء مولیٰ جمال الاولیاء کے واسطے

دے محمد کیلئے روزی کر احمد کے لئے
خوانِ فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے

دین و دنیا کی مجھے برکات دے برکات سے
عشق حق دے عشقی عشق انتما کے واسطے

حبّ اہلبیت دے آلِ محمد کے لئے
کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے

دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر
اچھے پیارے شمس دیں بدر العلیٰ کے واسطے

دو جہاں میں خادم آلِ رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

نور جاں و نور ایماں نور قبر و حشر دے
بوالحسین احمد نوری لقا کے واسطے

کر عطا احمد رضائے احمد مرسل مجھے
میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

سایۂ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
رحم فرما آلِ رحمان مصطفٰے کے واسطے

صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین عز، علم و عمل
عفو، عرفان، عافیت اس بے نوا کے واسطے



مفتی اعظم ہند کی تشریف آوری کی بشارت

امام اہلسنت ۔مجدد دین وملت اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے پیرو مرشد اور روحانی پیشوا سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی علیہ رحمۃ کے آستانہ عالیہ پر حاضر تھا کہ عجیب وغریب واقعہ پیش آیا ۔سجادہ نشین خانقاہ شریف حضرت سیدنا ابوالحسن نوری علیہ رحمۃ جو اس وقت حیات ظاہری میں تھے بعد نماز عصر زینہ سے اتر رہے تھے اور میں اُن کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ اچانک حضرت نوری میاں علیہ رحمۃ نے مجھ سے فرمایا ۔مولینا صاحب ! بریلی میں آپ کے گھر میں ایک صاحبزادے کی ولادت ہوچکی ہے اور جب میں بریلی آؤں گا تو اُس بچہ کو ضرور دیکھوں گا ۔وہ بڑا ہی مبارک اور خوش بخت ہے ۔مجھے خواب میں بشارت ہوئی ہے کہ اس کا نام آل رحمٰن رکھا جائے ۔اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مارہرہ شریف سے بریلی تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ حضور مفتی اعظم ہند اس دنیا میں تشریف لاچکے ہیں ۔حضور مفتی اعظم ہند ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء میں تولد ہوئے ۔حضرت مخدوم شاہ ابوالحسن نوری علیہ رحمۃ جانشین شاہ آل رسول مارہروی علیہ رحمۃ نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا ۔محمد کے نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفیٰ رضا عرف قرار پایا ۔



عہدِ طفولیت

حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے بچپن کا زمانہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر سایہ علمی ماحول میں گزارا اور انہیں کی سرپرستی میں آپ نے تمام مروجہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی ۔سرکار اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش میں پروان چڑھے اور اُسوقت کے جید علما کی صحبت میں رہے ۔اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں بڑے بڑے علماء کرام اپنی اپنی دینی اور علمی پیاس بجھانے ہروقت حاضر رہا کرتے تھے اور جب اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دقیق سے دقیق مسائل کو چٹکی بجاتے حل فرمادیا کرتے تھے تو مفتی اعظم ہند پر اپنے والد محترم کی علمی و دینی لیاقت اور خداداد ذہانت کا بہت اثر ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ قدسیہ کی شخصیت میں اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت سی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں ۔آپ کی طرز تحریر اور فتوی نویسی تو ہوبہو اعلیحضرت جیسی ہے اور آپ کے فتاوی پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے گویا اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور لہجہ دہرایا جارہا ہے ۔حضور مفتی اعظم ہند نے مولانا شاہ رحم الٰہی منگلوری سے درس لیا جو اپنے وقت کے جید عالم تھے ۔آپ نے جہاں اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیض حاصل کیا وہاں برادر محترم حجۃ الاسلام مولانا مولوی الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ رحمۃ کی صحبت اور پدرانہ شفقت کی بدولت بھی بہت کچھ حاصل کیا ۔مولینا مولوی حامد رضا خاں صاحب علیہ رحمۃ مفتی اعظم ہند کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے اور اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد تو گویا اس شفقت ومحبت میں مزید اضافہ ہوگیا تھا ۔مفتی اعظم ہند نے اپنے بزرگ اور

شفیق بھائی سے بہت کچھ سیکھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات والاصفات میں اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حجۃ الاسلام مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ رحمۃ دونوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ اُدھر مفتیٔ اعظم ہند کی یہ حالت کہ برادر محترم کی اتنی تعظیم وتکریم کرتے تھے کہ بیان سے باہر ہے اور موجودہ دور میں جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا مولینا سیدنا شاہ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ مارہروی نے تمام سلاسل کی خلافت آپ کو اسوقت عطا کی جب آپ صرف چھ ماہ کے تھے اور بشارت دی کہ یہ بچہ اپنے وقت کا جلیل القدر پیر اور ولی کامل ہوگا۔

اعلیحضرت کا اعلان

حضور مفتیٔ اعظم ہند کی عمرِ شریف ۹ برس کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد سرکار اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشاہیر وعلماء کے مجمع میں بمقام بریلی شریف بہت ہی واضح الفاظ میں اعلان فرمایا تھا کہ میرا یہ بچہ ولی ہے اس سے فائدہ حاصل کرنا۔

فتویٰ نویسی کا آغاز

مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ قدسیہ جن کی عمر اُسوقت صرف ۱۳ سال کی تھی دارالافتاء بریلی تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ مولینا ظفر الدین صاحب فتویٰ لکھ رہے ہیں مراجع کے لئے فتاویٰ رضویہ الماری سے نکالنے لگے۔ حضرت مفتیٔ اعظم ہند نے فرمایا! کیا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو، مولینا نے سن کر فوراً فرمایا! اچھا آپ بغیر دیکھے لکھ دیں تو جانیں! مفتیٔ اعظم ہند نے اُسی وقت بغیر دیکھے فتویٰ لکھ دیا۔ یہ مسئلہ رضاعت کا تھا۔ آپ کا جواب اصلاح کی غرض سے اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش

کیا گیا تو صحت جواب پر اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب لکھ کر دستخط ثبت فرمادیئے اور آپ کو ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا خاں کی مہر بنوا کر عطا فرمائی یہیں سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا اور بحمد اللہ آج بھی یہ کام بڑی خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔

عبادت وریاضت

مفتیٔ اعظم ہند کی عمر شریف اسوقت ستاسیؔ برس کی ہے۔ عبادت کا یہ عالم ہے کہ اس ضعیفی میں بھی آپ نماز پنجگانہ باجماعت باقاعدہ مسجد رضا بریلی شریف میں ادا کرتے ہیں۔ اس پیرانہ سالی کے باوجود نماز کیلئے جب آپ مسجدِ رضا میں تشریف لاتے ہیں تو شوق نماز کی خاطر قدم تیز تیز اٹھاتے ہیں۔ بہت زیادہ کمزوری اور تکلیف کے وقت بحالتِ مجبوری آپ جب مسجد میں نہیں جاسکتے تو گھر پر ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ زندگی کا ہر لمحہ یادِ الٰہی میں گزرتا ہے۔ رات ودن مشغولِ عبادت وریاضت رہتے ہیں۔ آپکے آستانہ پر ہر وقت جانثاروں کا ایک ہجوم ہوتا ہے اور ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مفتیٔ اعظم ہند کی دست بوسی میں ایک دوسرے سے سبقت لیجائے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں سکھوں وعیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے لوگ جوق در جوق آپ کے دربار میں صبح وشام حاضری دیتے ہیں اور اپنی اپنی مرادیں لیکر واپس جاتے ہیں۔ مفتیٔ اعظم ہند کی ہر سانس خدمتِ خلق کیلئے وقف ہے۔ یادِ الٰہی۔ خدمتِ خلق۔ عبادت وریاضت ہی آپ کی زندگی کا سرمایہ ہے۔ بقول شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ علیہ "تمہاری ایک سانس کسی

دوسرے انسان کے کام آجائے تو یہ سینکڑوں برس کی عبادت سے بدرجہا بہتر ہے“

حضور مفتیٔ اعظم ہند کی تو پوری زندگی خدمتِ خلق میں گزر رہی ہے۔ آپ کا سونا جاگنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا پینا غرض زندگی کا ہر لمحہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے آپ کی حیات زہد و تقویٰ سے بھرپور ہے۔ تاجدار اہلسنت شہزادۂ اعلیٰحضرت مفتیٔ اعظم ہند کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ آپ کی ذات میں بے شمار فضائل و کمالات پوشیدہ ہیں۔ قدرت نے آپ کو مرجع خلائق بنا رکھا ہے۔ آپ ایک مردِ مومن۔ ایک ولیٔ کامل اور ایک صاحب کرامت بزرگ ہیں۔ حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی عبادت و ریاضت اور احتیاطِ شریعت کا یہ عالم ہے کہ اندرونِ مسجد پانی تک نہیں پیتے۔

اخلاق و کردار

مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ قدسیہ تو اُس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اور اُس مصلح و مجدد کے شہزادہ ہیں جس نے زمانہ کو تہذیب و اخلاق، اخوت و مساوات کا سبق دیا۔ غرور و تکبّر سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ تصنع و بناوٹ جیسی کوئی چیز آپکے یہاں نہیں۔ عجز و انکساری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ نرم اور شریں زبان میں گفتگو فرماتے ہیں۔ ہر کس و ناکس کے یہاں چلے جاتے ہیں اور اس سے نہایت پیار و محبت سے باتیں کرتے ہیں۔ مریضوں کی عیادت کو جاتے ہیں۔ حاجتمندوں کی حاجتوں کو پورا کرتے ہیں۔ لوگوں کو سلام کرنے میں سبقت فرماتے ہیں اور مصافحہ کیلئے ہاتھوں کو خوشی سے بڑھاتے ہیں۔ نگاہوں میں حیا ہے۔ لوگوں کی غیر شرعی حرکات سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں۔ آپ کی یہ ناراضگی کسی پر گراں نہیں گزرتی بلکہ آپ کی

ناراضگی اتنا اثر کرتی ہے کہ آدمی غیر شرعی حرکات سے توبہ کر لیتا ہے اور اپنی زندگی کو شریعت کے تابع کر لیتا ہے۔ آپ کی زبان سے ہمیشہ نیک کلمات نکلتے ہیں۔ دعائیں نکلتی ہیں آپ کے پاس جب بھی کوئی آتا ہے تو سب سے پہلے اسکا نام اور خیریت دریافت کرتے ہیں۔ معلوم کرتے ہیں کہ آنیوالا کہاں سے آیا اور فرماتے ہیں کہ فقیر کیا خدمت کر سکتا ہے؟ کھانا سب سے آخر میں نوش فرماتے ہیں اور جب تک یہ اطمینان نہیں ہو جاتا کہ تمام احباب نے کھانا کھا لیا اس وقت تک آپ نہیں کھاتے۔ حد سے زیادہ مہمان نواز ہیں۔ کبھی کسی کا دل نہیں دُکھاتے۔ غریبوں کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں۔ کسی غریب کی دعوت کو کبھی نہیں ٹھکراتے۔ ہاں! امیر و کبیر اور بڑے لوگوں سے دوری پسند فرماتے ہیں اور اس حدیثِ مبارکہ پر پورے اترتے ہیں ”حضور سرورِ کائناتؐ نے فرمایا، ”علماء میں سے بدترین عالم وہ ہے جو امراء کی ملاقات کو جائے اور امراء میں بہترین امیر وہ ہے جو عالم کی زیارت کو جائے“۔ بہتر ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر ہو اور بدتر ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو“

مفتیٔ اعظم ہند کی ذات والا صفات اخلاق کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ کے یہاں برادری۔ ذات پات۔ امیری و غریبی کی کوئی قید نہیں۔ آپ کے سامنے کیا مجال کوئی شخص زمین پر بیٹھ جائے فوراً اس کو کرسی یا تخت پر بٹھا دیتے ہیں۔ ننگے سر آنے کا تصور ہی آپ کے دربار میں نہیں کیا جا سکتا۔ انتہائی خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ عقیدتمند اگر نذرانہ پیش کرتے ہیں تو مفتیٔ اعظم ہند اسکو ناپسند فرماتے ہیں لیکن اس خیال سے کہ کسی کا دل نہ ٹوٹ جائے آپ برائے نام معمولی رقم لے لیتے ہیں جو حقیقت میں بعد کو عقیدت مندوں ہی کے کام آتی ہے۔ آپ کی مجلس میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو یکساں نظر سے دیکھا

جاتا ہے۔ آپ کی عادت ہے کہ آپ اُن لوگوں کا حال بھی دریافت کرتے ہیں جو آپکی مجلس سے دور یا غیر حاضر ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ مشغولِ عبادت رہتے ہیں اور درود و وظائف پڑھتے رہتے ہیں لیکن جب کوئی آپ سے ملنے آجائے تو درود و وظائف چھوڑ کر اس سے حال دریافت کرتے ہیں اور اسکی خیریت معلوم کرتے ہیں کیونکہ بقول سعدی علیہ رحمۃ "حاجتمندوں کی حاجت روائی درود و وظائف سے افضل ہے"۔ آپ کی ذات میں تواضع اور انکساری کا عنصر سب سے زیادہ ہے جو تمام طاعتوں کی اصل ہے اور کمالِ تقویٰ ہے۔ آپ موجودہ دور کے قطب الاقطاب اور پیرِ بے نظیر ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ آپ کی عادت ہے کہ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چھوڑ کر اپنے تمام اختیارات و قدرت سے الگ رہا جائے اور یہ کمالِ طاعتِ الٰہی ہے۔

حق گوئی و بیباکی

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ باطل سے نہیں ڈرتا اور تختۂ دار پر بھی حق بات کہتا ہے۔ اسے دنیوی مصلحت حق بات کہنے سے نہیں روک سکتی۔ پھر بھلا مفتی اعظم ہند کی مومنانہ شان حق گوئی و بیباکی کا کیا عالم ہوگا۔ ہندوستان میں ایمرجنسی کے زمانہ میں بڑے بڑے قائد و مصلح اور نام نہاد علماء نے اپنی اپنی زبانیں سی لی تھیں حکومت کا خوف اسقدر غالب تھا کہ اپنے عقیدہ اور مذہب کو بکتا ہوا دیکھ رہے تھے اور خاموش تھے۔ جبری نسبندی جاری تھی ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا۔ بڑے بڑے مسلم رہنماؤں اور علماء نے نسبندی کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا اور جو دل سے اسکے خلاف تھے وہ خاموش بیٹھے تھے لیکن اللہ رے تیری شان! کہ اس مردِ مومن حق بات کہنے والے

اور بیباک انسان یعنی مفتی اعظم ہند نے علی الاعلان نسبندی کے خلاف فتویٰ صادر فرما دیا اور ملک بھر میں پوسٹروں اور اشتہارات کے ذریعہ اسکو عام کر دیا۔ حکومتِ وقت منہ دیکھتی رہ گئی اور خدا کے فضل و کرم سے آپ کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اس جبری نسبندی کے زمانہ میں جب آپ پر طرح طرح سے زور ڈالا جا رہا تھا کہ نسبندی کے خلاف فتویٰ صادر نہ فرمائیں تو حضرت نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ ایسی حکومت ہی ختم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے حضور کی دُعا سن لی کہ وہ حکومت کچھ ہی عرصہ بعد ختم ہو گئی اور عبرتناک شکست کا سامنا ہوا اور اہل ہند جبری نسبندی سے محفوظ رہے۔

علم و فضل

عصرِ حاضر کے عارفِ حق۔ تاجدارِ اہلسنت۔ شہزادۂ اعلیحضرت مفتی اعظم ہند کا تعلق اس عظیم خاندان سے ہے خود علم جس کے آستانہ کا پہرہ دار ہے۔ عالم سنیت میں آپ کی آواز کو حرف آخر تصور کیا جاتا ہے۔ کوئی دقیق اور کتنا ہی اہم مسئلہ آجائے تو تمام مفتیان کرام و علماء کی نظریں آپ ہی کی طرف اٹھتی ہیں۔ فتویٰ مصطفویہ دیکھئے تو آپ کی علمیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ کیسے کیسے دقیق اور کٹھن مسائل کو آپ نے یوں چٹکی بجاتے حل کر دیا ہے۔ دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تاریخی فیصلے دئے ہیں عین جوانی کے عالم میں آپ نے اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات کو مرتب کیا آپ کا ارشاد ہے

"اللہ اللہ اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ ان کی ذات پاک سے ہر مصیبت ٹلتی ہے اور ہر اذیٰ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ سبحٰن اللہ

انہیں نفوس طیبہ طاہرہ کے قدموں کی برکت سے وہ وہ عقدہ لاینحل چٹکی بجاتے حل ہوتے ہیں جنہیں قیامت تک کبھی بھی ناخن تدبیر نہ کھول سکے جس سے کیسا ہی کوئی عقیل و مدبر ہو حیران رہ جائے کچھ نہ بول سکے جسے میزان عقل میں کوئی نہ تول سکے۔ اللہ اکبر ان کی صورت انکی سیرت انکی رفتار انکی گفتار ان کی ہر روش ان کی ہر ادا ان کا ہر ہر کردار اسرار پروردگار عز مجدہ کا ایک بہترین مرقع اور بولتی تصویر ہے کہ یہ انفاس نفیسہ مظہر ذات علیہ و صفات قدسیہ ہوتے ہیں مگر بفحوائے کل شیٔ ھالک الا وجھہ اور کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام دوام کسی کے لئے نہیں ہمیشہ نہ کوئی رہا ہے نہ رہے گا۔ ہمیشگی رب عزوجل کو ہے۔ ایک دن سب کو فنا ہے اسی لئے اسلاف کرام رحمتہ اللہ علیہم نے ایسے پاک انفاس قدسیہ کے حالات مبارکہ و مکاتیب طیبہ و ملفوظات طاہرہ جمع فرمائے یا اس کا اذن دیا کہ انکا نفع قیامت تک عام ہو جائے اور ہم ہی مستفیذ و محظوظ نہ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں۔ پھر وہ بھی یوں ہی اپنے اخلاف کے لئے پند و نصائح و وصایا تنبیہات و اخلاص کے ذخیرے اذکار عشق و محبت مسائل شریعت و طریقت کے مجموعہ معرفت و حقیقت کے گنجینہ کو اپنے پچھلوں کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک جاری رہے۔ سچ ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد — بسا کین دولت از گفتار خیزد

فقیر جب تک سن شعور کو نہ پہنچا تھا اور اچھے برے کی تمیز نہ تھی بھلائی برائی کا ہوش نہ تھا اس وقت میں ایسے خیال ہونا کیا معنی۔ پھر جب سن شعور کو پہنچا تو اور زیادہ بے شعور ہوا۔ جوانی دیوانی مشہور ہے مگر النصیحۃ موثرۃ صحبت بغیر رنگ لائے نہیں

رہتی پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون جنہیں سید العلما کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا جنہیں تاج العرفا کہیں بجا جنہیں مجدد وقت اور امام اولیا سے تعبیر کریں تو صحیح جنہیں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے مدائح جلیلہ سے سراہا افسہ السید الفرد الامام کہا ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے انہیں اپنا شیخ طریقت بنایا۔ ان سے سندیں لیں اجازتیں لیں انہیں اپنا استاد مانا پھر ایسے اچھے کی صحبت کیسی بابرکت ہوگی سچ تو یہ ہے کہ اس صحبت کی برکت نے انسان کر دیا۔ اس زمانہ میں کہ آزادی کی تند ہوا چل رہی ہے کیا عجب تھا کہ میں غریب اس باد صرصر کے تیز جھونکوں سے جہاں صدہا تباہ و برباد ہونے میں بھی وہیں جا رہتا مگر اپنے مولا کے قربان جس کی نظر نے پکا مسلمان بنا دیا۔

والحمد للہ علی ذلک اب نہ وہ خودی ہے جو بے خود بنائے تھی نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کئے تھی۔ نہ وہ جوانی کی امنگ نہ کسی قسم کی کوئی اور ترنگ مولینا معنوی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎ صحبت صالح ترا صالح کند۔ مولانا کے اس فرمان کی مجھے آنکھوں تصدیق ہوئی۔ اس معنی میں حضرت سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اور کتنا اچھا فرمایا میں بار بار انکے اشعار پڑھتا ہوں جب پڑھتا ہوں ایک نیا لطف پاتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں۔

قطعہ

گلے خوشبوئے در حمام روزے — رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم — و لیکن مدتے با گل نشستم

جمال ہم نشین در من اثر کرد — وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

عرض میری جان ان پاک قدموں پر قربان۔ جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کھلیں اچھے بُرے کی تمیز ہوئی اپنا نفع و زیاں سوجھا منہیات سے تابمقدور احتراز کیا اور اوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا اور اب اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو یہ دیکھا کہ شریعت و طریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور و خوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط بڑے بڑے سر ٹیک کر رہ جائیں۔ فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف اناکاادری کا دم بھریں۔ وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اشکال ہی نہ تھا۔ اور وہ دقائق و نکات مذہب و ملت جو ایک پہیلیاں اور ایک معمّہ ہوں جنکا حل دشوار تر ہو یہاں منٹوں میں حل فرما دیئے جائیں تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ و زواہر غالیہ یونہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا انہیں سلک تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی منتفع ہونا یا زیادہ سے زیادہ انکا نفع حاضر باشان دربار عالی ہی کو پہنچنا باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں۔ ان کا نفع جس قدر عام ہو اتنا ہی بھلا لہٰذا جس طرح ہو یہ متفرقات جمع ہوں۔ مگر یہ کام مجھ جیسے بے بضاعت اور عدیم الفرصت سے کہیں ہوا تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا اس لئے بار بار ہمت کرنا اور بیٹھ جانا میری حالت اس وقت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مذبذب ہو۔ ایک قدم آگے ڈالتا اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہو مگر دل جو بے چین تھا کسی طرح قرار نہ پاتا تھا آخر السعی منی والاتمام من اللہ کہتا کمر ہمت چست کرتا اور حسبنا اللہ ونعم

الوکیل پڑھتا اٹھا اور ان جواہر نفیسہ کا ایک خوش نما ہار تیار کرنا شروع کیا اور میں اپنے رب عزوجل کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ہار ہی کو میری نجات کا باعث بنائیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق وھو حسبی وخیر رفیق وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولینا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے ملفوظات جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوا غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا آگے قبول واجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں وھو حسبی وربی وہ اگر قبول فرمائے تو یہی میری بگڑی بنانے کو بس ہے۔ میں اپنے سنّی بھائیوں سے امیدوار کہ وہ مجھ جیسے بے بضاعت و مسافر بے توشۂ آخرت کے لئے دعا فرمائیں کہ رب العزۃ تبارک وتقدس اسے میری فلاح و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین آمین۔ بحرمۃ سید المرسلین النبی الامین المکین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علیہ وعلی کل من ھو محبوب ومرضی لدیہ"

مفتی اعظم ہند علم تکسیر وتعویذات کو پُر کرنے کے بے اندازہ طریقوں سے واقف ہیں مگر اس معراجِ فن کے باوجود تعویزات کا معاوضہ ہرگز نہیں لیتے بلکہ خلق خدا کی فی سبیل اللہ خدمت اپنا فریضہ تصور فرماتے ہیں۔ آپ نے ہزاروں فتاوی لکھے ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مفتی اعظم ہند کے چند فتاوی تبرکاً حاضر ہیں۔ مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ہندو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم کعبہ میں جاکر پتھر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور ہندو

پتھر پر پانی پھول چڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ پانی پھول مہادیو کو پہنچتا ہے اور ہم کعبہ میں جا کر کنکریاں مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان کو چوٹ لگتی ہے۔ پھر ہم میں اور اُن میں کیا فرق ہے۔ اس کا جواب ایسا دیجئے کہ مجھ کو سیری ہو۔

الجواب

یہ شخص جلد تر توبہ کرے۔ کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتا جہت کعبہ ہے اور سجدہ خدا کو کرتا ہے کافر بتوں کو سجدہ کرتا ہے۔ اُن کی پرستش و بندگی و عبادت کرتا ہے۔ کعبہ جا کر پتھر کو سجدہ کرنا مسلمانوں پر محض افتراء ہے جیسے کعبہ سے دور سمت قبلہ سجدہ ہوتا ہے یوں ہی وہاں جا کر عین قبلہ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ سجدہ یہاں، وہاں سب جگہ خدا ہی کیلئے ہوتا ہے کیا کوئی ادنی سمجھ والا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان مسجد کی دیواروں کو سجدہ کرتے ہیں اور جو مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تو وہ گھر کی دیوار کو سجدہ کرتے ہیں مسجود الیہ کو مسجود لہٗ ٹھہرا کر فرق اسلام و کفر گمانا شدید بات ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس شخص پر توبہ فرض ہے۔ مسلمان رمی جمار محض امتثال امر کیلئے کرتے ہیں حکیم کے ہر کام میں مصالح ہوتے ہیں فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ۔ آدمی بہت کام کسی اپنے معتمد کے کہنے سے ایسے کرتا ہے جسکی حکمت خود نہیں سمجھتا۔ جانتا ہے کہ میں اپنے جہل سے اپنی نادانی سے اس کا فائدہ نہیں سمجھتا۔ مگر کچھ نہ کچھ فائدہ ہے ضرور جب تو یہ مجھے اس کے کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ تو اس حکیم حقیقی عزت عظمتہ وجلت حکمتہ جس کی شان ہے لایسئل عما یفعل اس کے احکام میں چون وچرا کا کیا موقع۔ کہ مجال ہے کہ وہ کسی عیب کا حکم دے تو ضرور

اس میں فائدہ ہے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ میرا پتھر شیطان کے جسم پر پڑتا ہے محض امتثال امر کے لئے پتھر مارتا ہے نیز اس لئے کہ رب عز جلالہ کے خلیل جلیل کی سنت کریم ہے علیہ الصلاۃ والتسلیم جہاں خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ میں شیطان ان سے متعرض ہوا بحکم الٰہی آپ نے اسے پتھر مارے کہ وہ خائب و خاسر ہوا ہم بھی رب جلیل کے اس خلیل جلیل محبوب جمیل کے اتباع میں ایسا کرتے ہیں۔ کسی کی جانب پتھر پھینکنے سے مقصود جب ہی حاصل نہیں جبکہ وہ پتھر اس کے جا لگے۔ کسی کو بھگانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی طرف پتھر پھینکے جاتے ہیں تو بھاگ جاتا ہے۔ اگرچہ ایک پتھر بھی اُس کے نہ لگے۔ بندر اور کوا کیا جب ہی بھاگتا ہے جب پتھر اس کے جسم پر جا لگتا ہے؟ بلکہ بھگانے کا مقصد کبھی محض اشارہ سے پورا ہو جاتا ہے ہاتھ میں پتھر نہ ہو جھک کر اٹھانا اور بندر و کوے کی طرف خالی ہاتھ اس طرح پھینکنا جسطرح پتھر ہاتھ میں لے کر پھینکا جاتا ہے۔ بسا اوقات کافی ہوتا ہے۔ تو اس خیال سے کہ وہ عدو اللہ جو ایسے عظیم وجلیل سے یہاں متعرض ہوا وہ ہم جیسوں کا یہاں کیوں تعرض نہ کرے گا جو ہمارے دم کے ساتھ ہر قدم ہے۔ اس کا وہی علاج کیا جائے جو اس خلیل جلیل نے فرمایا۔ ان کے اتباع کی برکت ہوگی اور عدو اللہ دفع ہوگا اگرچہ خلیل جلیل کا کوئی وار خالی نہ گیا اور ہمارا ہر پتھر خالی جائے۔ مگر پتھروں کی جب بارش ہوگی تو وہ رکے گا نہیں بھاگ جائے گا۔ پھر تذلیل کا مقصد تو حاصل ہے ہی۔ کسی کی تصویر بنا کر اس کے جوتے پتھر مارے جائیں تو اگرچہ اس کے جسم پر وہ پتھر وہ جوتے نہیں لگتے، مگر جس کی تصویر ہے اس کے دل پر زخم کاری لگتا ہے۔ تو شیطان کے قلب پر کاری زخم لگانے کیلئے اس عدو اللہ کے ان مقامات پر جہاں وہ اللہ کے خلیل سے متعرض ہوا مسلمان پتھر مارتے ہیں اس میں اور اُس

لغو و بیہودہ بے معنی حرکت کفری میں فرق نہ گننا کیسی شدید بات ہے۔ پتھر پر پانی پھول چڑھانا اور اس کا مہادیو کو پہنچ جانا اور شیطان کے چوٹ لگنا کیسے ایک سا جانا؟ دل پر چوٹ لگنے کیلئے جسم پر پتھر لگنا ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ:- مسلمانوں کو کافر کہنا کیسا ہے مثلاً وہابی بھی تو مسلمان کہلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کسی کو برا کہنا نہیں چاہیئے۔؟

الجواب

شان نبوت کے گستاخ وہابی مسلمان نہیں۔ مسلمان کو کافر کہنا بہت سخت شدید جرم عظیم ہے۔ خود اپنے اوپر بے وجہ کی تکفیر عود کرتی ہے۔ جو کہتے ہیں کسی کو برا نہ کہنا چاہیئے وہ اسی وقت تک کہہ رہے ہیں جب تک ان کا معاملہ نہیں۔ انھیں یا انکے باپ بھائی یا کسی عزیز کو کوئی "تم" سے "تو" کہدے بلکہ "آپ" سے "تم" کہدیں تو دیکھیں کہ کیسے آپے سے باہر ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث تو کافروں کو کافر فرمائیں اور یہ ایسا کہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت مفتی اعظم کا فتویٰ

جنرل محمد ایوب خاں سابق صدر پاکستان کے دور میں پاکستان میں حکومت کیجانب سے ایک رویت ہلال کمیٹی قائم کی گئی تھی جسکے ذمہ عید و بقرعید کے موقعوں پر ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنا تھا اور پھر رویت ہلال کمیٹی کی تصدیق پر حکومت کی طرف سے ملک میں رویت کا اعلان کیا جاتا تھا۔ ایکدفعہ عید کے موقع پر ۲۹ رمضان المبارک کو

اس کمیٹی کے کچھ افراد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے گئے مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) سے جاتے ہوئے راستہ میں مغربی پاکستان آتے ہوئے ان افراد کو چاند نظر آگیا اور انہوں نے اس کی اطلاع حکومت وقت کو دے دی جس کے نتیجہ میں حکومت نے رویت کا اعلان کر دیا۔ مگر پاکستان کے سنی علماء نے اس پر کوئی کان نہ دھرا۔ دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک میں مفتیان کرام سے اس سلسلہ میں فتویٰ مانگا گیا اور ایک استفتاء مفتی اعظم ہند کی خدمت میں بھی روانہ کیا۔ دنیا کے تقریباً تمام مفتیان کرام نے رویت ہلال کمیٹی پاکستان کی تائید کی مگر مفتی اعظم ہند نے اسے نہیں مانا اور اپنا فتویٰ صادر فرمایا۔ "چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا۔ اسلئے کہیں چاند ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ تاریخ کو نظر آتا ہے اور اگر جہاز سے چاند دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جانے کے بعد چاند ۲۷، اور ۲۸ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷، اور ۲۸ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم دیا جاسکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقرعید جائز ہے۔ اس طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا۔ مفتی اعظم ہند کے اس جواب کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا۔ اس فتویٰ کے پاکستان میں جانے کے بعد اگلے ماہ ۲۷، ۲۸ تاریخوں میں حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرتے ہوئے چاند نظر آگیا تب حکومت نے مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور دنیا کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم ہند کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکادیں۔ اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا۔

مسئلہ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلانکیر اطلاق ہوتا رہا ہے اور وہ اصل میں "خود آ" ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کئے موجود نہ ہوا ہو۔ اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۲ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا درست ہے یا نہیں؛ جو اللہ میاں کہتے ہیں اون پر کس قدر گناہ ہے ؟

الجواب اللہ تعالیٰ، اللہ عزوجل، اللہ عزوجلالہ، اللہ سبحانہٗ، اللہ عز شانہ، یا جل شانہ وغیر کہنا چاہئے۔ میاں نہ کہنا چاہئے۔ عوام میں یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس سے انہیں احتراز کرنا چاہئے۔ تفصیل کے لئے احکام شریعت دیکھیں۔ اوس میں اعلحضرت قدس سرہٗ نے مفصل تحریر فرمایا ہے۔ گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا بُرا ہے۔ اس کی شان و عزت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ نمبر ۳ از تودہ جوریاں ڈاکخانہ اینرٹ نگر ضلع بریلی مرسلہ مسلمانان قصبہ مذکورہ۔ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۵۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک پیر جی اپنے مریدوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ قرآن شریف کا چالیس۴۰ پارہ تھا

دس پارہ فقیروں نے چاٹ لیا ہے۔ آیا اس پیر جی کے متعلق شریعت و معرفت میں کیا حکم ہے ؟ بینوا بالدلیل وتوجروا

الجواب وہ جاہل پیر روافض کا ہمنوا و ہمسر ہے۔ اس پر اپنے اس گندہ عقیدہ سے توبہ فرض ہے۔ بعد توبہ و تجدید ایمان تجدید نکاح بھی اگر بیوی رکھتا ہو کرے۔ قرآن اللہ عزوجل کی وہ مبارک کتاب ہے جس میں کمی و بیشی، تغیر و تبدیل سے حفاظت وضیانت کا خود اوسی نے اسی قرآن میں وعدہ فرمایا ہے وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ اور فرمایا لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ اوس جاہل نے روافض کی طرح وہ بک کر کہ چالیس پارے تھے دس پارے کم ہو گئے قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار کیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ الھادی والموفق۔

مسئلہ نمبر ۴ از موضع ادری محلہ ملاہا ضلع اعظم گڈھ مرسلہ مولوی حکیم عبد السلام صاحب سلمہٗ۔ ۳۰ جمادی الآخر سنہ ۵۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند لوگوں کے سامنے کہا (بلکہ اوس کی تحریر دستخطی بھی بندہ کے پاس موجود ہے) کہ مجھے رسول بالمعنی القاصد کہہ سکتے ہیں۔ اب شریعت ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے۔ حالانکہ یہ شخص کوئی جاہل بے علم نہیں بلکہ شرح وقایہ، شرح جامی، قطبی وغیرہ پڑھتا ہے کیا ایسا شخص اس کہنے سے ایمان سے خارج نہ ہو گیا اور کافر نہ ہوا ؟ گو کہ اس نے اپنے کو رسول

بالمعنی المذکور ہی کہا ہے۔ کیا کسی کو رسول بمعنی مذکور کہہ سکتے ہیں اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر لاکھوں کروروں رسالت کا دعویٰ بمعنی مذکور کر سکتے ہیں تو پھر لاتعدّ ولاتحصیٰ رسول دنیا کے اندر موجود ہو سکتے ہیں اور کیا زید کی بی بی اوس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اس کو دوبارہ عقد و تجدید اسلام کی ضرورت ہے، صاف صاف جواب عنایت فرمائیں اور بادشاہ حقیقی سے اجرعظیم کے مستحق بنیں۔ بینوا بالکتاب مفصلا وتوجروا یوم الحساب کثیرا۔

الجواب اگر کوئی رسول کو اللہ عزوجل کی طرف مضاف کر کے اپنے کو یا کسی غیر رسول کو رسولُ اللہ کہے اور کہے میں نے اس سے قاصد و پیامی ہونے کا ارادہ کیا تھا اوسکی یہ تاویل مردود ہوگی ہرگز نہ سُنی جائے گی کہ صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ زنہار مسموع نہیں ورنہ کوئی کفر کفر نہ رہے اپنے آپ کو خدا کہے اور ارادہ بتائے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا میں خود آیا ہوں۔ خلاصہ وفصول عمادی وجامع الفصولین وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے۔ واللفظ للعمادیۃ قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر۔ علماء ایسی تاویل کی نسبت فرماتے ہیں لایقبل (شفا شریف) نیز فرماتے ہیں۔ ھو مردود عند القواعد الشرعیۃ (شرح الشفا للملا علی قاری) اور فرماتے ہیں۔ لایلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض) یوں ہی ہماری میں بے اضافت اگر

مثلاً یوں کہیں کہ میں رسول ہوں یا وہ رسول ہے۔ عمادیہ وغیرہا کی عبارت پھر دیکھئے۔ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم الخ یہاں غیر مولیٰ تعالیٰ کی طرف اس لفظ کی جب اضافت ہوتی ہے تو وہاں اس لفظ کے لغوی معنی ہی مراد ہوتے ہیں اور یوں بھی اوس کا استعمال شائع ہے خود احادیث میں بھی موجود ہے۔ اردو میں بھی اگر کوئی یوں کہے کہ میں فلاں شخص کا رسول ہوں اور قاصد کا ارادہ کہے تو اس میں کوئی محذور نہ ہوگا۔ اگر شخص مذکور نے اس سے کہ "مجھے رسول بالمعنی القاصد کہہ سکتے ہیں" یہی ارادہ کیا تھا کہ غیر مولیٰ تعالیٰ کی جانب مضاف کر کے جب تو ٹھیک ہے اسے بھی رسول زید یا عمرو یا بکر وغیرہ اگر کوئی کہے تو مواخذہ نہ ہوگا اور اگر اس کی یہ مراد نہ تھی تو اسے توبہ چاہئے اور تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قرآن شریف آسمانی کتاب ہے اور خدا کا فرمان ہے۔ لیکن بکر کہتا ہے کہ نہیں لہذا زید کو کیا دلیلیں پیش کرنی چاہئے کہ جس سے اس کی تسکین ہو۔ فقط۔

الجواب آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ قرآن خود اپنی دلیل آپ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ اس زمانہ میں جب فصاحت وبلاغت کا بازار گرم تھا زبان عربی کی ترقی کا عہد شباب تھا فصحا و بلغا کا دور دورہ تھا۔ بچہ، فصیح وبلیغ ماں باپ کی گود میں پلتا زبان کھلتے ہی

فصیح وبلیغ ہوتا۔ لڑکیاں قصائد برجستہ کہا کرتی تھیں شعراء اپنے قصیدے لکھ لکھ کر کعبہ معظمہ کے دروازے پر لٹکایا کرتے اور پھر ان کے جواب ہوا کرتے۔ قرآن عظیم حضرت سیدتنا آمنہ صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہا ثم علیہا وسلم کے یتیم فرزند ارجمند پر جن کے سر مبارک پر برائے تربیت وتعلیم باپ دادا نہ تھے جن کی عمر شریف اوائل ایام، حلیمہ سعدیہ بدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں بادیہ میں بسر ہوئی جنہوں نے کسی انسان سے کسی کتاب کا کوئی حرف نہ پڑھا، نازل ہوا جس نے تحدی فرمائی کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ یعنی اے مٹے فصاحت کے متوالو اے شراب بلاغت سے سرشار والے زبان کے ایسے مدعیو کہ دوسروں کو گونگا بتانے والو اگر تم دربارۂ قرآن کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شک میں پڑے ہو تو اس کی سی ایک چھوٹی سی صورت کہہ لاؤ اور نہ تم ہی بلکہ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ اور اللہ عزوجل کے سوا جنہیں تم نے معبود بنا لیا ہے انہیں بھی مدد کے لئے پکار لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ کہیں فرمایا اَجْمِعُوْا شُرَكَآءَكُمْ سب کے سب جمع ہو جاؤ اپنے شرکا کو بھی جمع کر لو۔ کہیں فرمایا لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ ہرگز اس کی مثال

نہ لا سکیں گے اگرچہ بعض بعض کے مددگار ہوں۔ قرآن تو کلام اللہ صفۃ من صفات اللہ ہے۔ کوئی اس کا مثل کیونکر لا سکے۔ جو شئے بھی اللہ عزوجل کے یہاں سے ہو محال ہے کہ تمام عوالم ملکر بھی اس کا مثل بنا سکیں۔ پانی کا قطرہ قطرہ مٹی کا ذرہ ذرہ ہوا کا ہر ہر حصہ آگ کی ہر ہر چنگاری نور کا ہر ہر لمعہ غرض کی عوالم کی ہر ہر شئے کا ہر ہر ریزہ اس پر گواہ ہے نہ اصل کی مثل کو لا سکتا ہے نہ فرع کی مثل کوئی بنا سکتا ہے اصل وفرع روح و جسم کا مثل کیا معنی کوئی محض صورت کا مثل بھی نہیں بنا سکتا وہ رنگ و روپ نہیں لا سکتا۔ ایسی جو چیز عالم میں نظر آتی ہے یا محسوس ہوتی ہے جس کا مثل عوالم میں کسی سے ممکن نہ ہو عقل وشعور رکھنے والا بلکہ پاگل بھی اسے اللہ عزوجل کی محض قدرت سے جانتا اور سچے دل سے اسے اللہ عزوجل کا مخلوق مانتا ہے تو قرآن عظیم جو اس خالق جل مجدہ کی صفت ہے جس کی کسی مخلوق کا مثل تمام عالموں میں کسی شئے سے ممکن نہیں تو اس کی صفت کا مثل کوئی کیونکر کس طرح لا سکے قرآن کا مثل ناممکن ہونا یا علی ندا ومناہی کہ قرآن منجانب اللہ ہے۔ علماء وبلغاء عرب جس کے مقابلہ سے عاجز ہوئے ان میں بہت وہ جن کے نصیب میں ہدایت تھی۔ اسے سن کر ہی ہدایت یاب ہوئے اور پکار اٹھے کہ یہ کلام کلام البشر نہیں اور سچے دل سے اسے کلام اللہ اعتقاد کر کے ایمان لائے اور بدنصیب جن کے قلوب پر عناد وجہالت کے غطاء تھے اگرچہ دل سے وہ بھی ما هٰذا كلام البشر مجبوراً مانا کئے مگر عناداً یہی کہتے رہے کہ لو نشاء لقلنا مثل هٰذا

مگر عقلاء بے شک می دانند کہ اگر انہیں کچھ مخفی قدرت ہوتی تو کس دن کے لئے اٹھا رکھتے قرآن اگر کلام بشر ہوتا تو کیا وہ زبان داں جو اپنے آگے تمام دنیا کو گونگا جانتے وہ فصحاء وہ بلغاء جن کے آگے فصاحت و بلاغت ہاتھ باندھے کھڑی رہتی جن کی لونڈیاں برجستہ قصائد پڑھا کرتیں قرآن کے آگے کیوں گونگے ہو جاتے ؟ قرآن اگر کلام بشر ہوتا تو اس میں ایسی گرفتگی ایسا جذبہ ایسی خوبی ایسی خوش اسلوبی یہ حسن یہ ملاحت یہ سلاست یہ لطافت کہاں ہوتی یہ اثر کب ہوتا کہ معاندوں کو جب کچھ نہ بن پڑتا تو کہتے۔ لاتسمعوا لھذا القران والغوا فیہ لعلکم تغلبون۔ اس قرآن کو نہ سنو نہ کسی کو سننے دو کہ جو سنے گا اسی کا کلمہ پڑھے گا ہم سے لوٹ کر اسی کا ہو رہے گا جب قرآن پڑھا جائے تو غل شور مچاؤ غل بل غل بل کرو کہ تم غالب آؤ کہ نہ لوگ قرآن سنیں گے نہ ایمان لائیں گے۔

ظاہر ہے کہ اگر وہ کلام بشر ہوتا تو وہ فصحا و بلغا اس کے مقابلہ سے کیوں عاجز و درماندہ رہتے۔ خود ہی ہر شخص علیحدہ علیحدہ مستقل قرآن اسکے مقابل بنا کر پیش کرتا۔ پھر جبکہ قرآن کی وہ تحدی دیکھا جب تو جان توڑ کوشش سے مقابلہ کرتا۔ جب کافر اس تحدی پر بھی اس کی سی ایک سورت نہ بنا کر لا سکے جب معاند اس کے سننے سے رکے اور اوروں کو روکا اور اس کی آواز کان میں نہ پڑ جائے غل شور مچانے غل بل غل بل کرانے لگے تو روز روشن و آشکارا ہوا کہ قرآن ایسی بے مثل کتاب ہے جس کا مثل کسی سے ممکن نہیں جو ایسی چیز ہو جس کا ممکن نہ ہو وہ خدا ہی کی ہوتی ہے تو آفتاب نصف النہار

کی طرح روشن و تاباں کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ ہر گز کلام بشر نہیں پھر قرآن کے اٹل احکام لم یزل اوامر و نواہی محکم قواعد قوانین اپنے مخالفوں کو بھی مجبور کر کے کہلوا لیتے ہیں کہ بیشک یہ خداوندی ہے ہر گز یہ بشری نہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ عقلا جمع ہو کر جو قوانین وضع کرتے ہیں کبھی فوراً کبھی کچھ دن بعد زمانہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ ان میں ترمیم کریں یا منسوخ کر کے نئے قوانین بنائیں۔ مگر قرآنی قوانین ایسے قوانین نہیں جن میں کوئی تبدیل کوئی تغیر ذرا بھی ترمیم یا کسی تھوڑی سی تنسیخ کی حاجت ہو۔ وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جیسے ضروری تھے ڈیڑھ ہزار برس کے قریب زمانہ گزرتا ہے آج بھی ویسے ہی ضروری ہیں۔ اور تاقیامت ان کی اسی طرح حاجت و ضرورت رہے گی دنیا بھر میں قرآنی قوانین کا شہرہ ہے قرآنی قوانین عالمگیر و ہمہ گیر قوانین ہیں دنیا بھر کے سلاطین انہیں قوانین کی سرکار کے بھکاری ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ عناد سے تسلیم نہ کریں یا کسی قرآنی قانون کی من مانی صورت بنالیں۔ قرآن خدا کا کلام ہونے کے ثبوت میں کسی کے کہنے کا محتاج نہیں کہ دنیا کے معتبر لوگ کہیں کہ یہ کلام خدا ہے تو اس کا کلام کلام خدا ہونا ثابت ہو وہ خود آپ اپنی دلیل ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید واللہ تعالیٰ ھو الموفق للصواب واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ نمبر ٦ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک کافرہ کو جامع مسجد میں امام مسجد کی خدمت میں جو مولوی اور مفتی بھی ہیں مسلمان کرنے کی غرض سے لایا اور مسلمان کرنے کو کہا

امام صاحب نے فرمایا بعد جمعہ مسلمان کروں گا حالانکہ جمعہ کی نماز میں اتنی تاخیر تھی کہ امام صاحب نے کچھ دیر بیٹھ کر بعدہ، سنتیں پڑھیں اور نصف گھنٹہ وعظ فرمایا پھر خطبہ پڑھا۔ زید نے کہا کہ کافرہ کو نہلا کر لایا ہوں ابھی مسلمان کر دیجئے تو وہ جمعہ بھی پڑھ لے امام صاحب نے فرمایا۔ اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہوگا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ بعد اسلام تجدید غسل فرض ہے یا نہیں نیز امام صاحب اس تاخیر کرنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب زید اور اس مولوی صاحب پر توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم۔ عورت نے زید سے جس وقت کہا تھا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں اسی وقت زید پر لازم تھا کہ وہ اسے مسلمان کرتا تفصیل سے تلقین اسلام پر اگر وہ قادر نہ تھا تو کلمہ طیبہ تو پڑھا سکتا تھا۔ اللہ عزوجل کی توحید اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا اقرار تو لے سکتا تھا۔ یہ ایمان مجمل کی تلقین اس کے اسلام کو کافی تھی اتنا کرنے کے بعد پھر عالم کے پاس لے جاتا کہ وہ مفصل تلقین کرتا جتنی دیر اس نے اسے غسل کرایا پھر عالم کے پاس لے گیا اتنی دیر کا اس کے ذمہ رضا ببقاء الکفر کا الزام ہے۔ عالم کے پاس جب وہ پہنچی تھی عالم پر فرض تھا کہ فوراً اسے مسلمان کرتا۔ زید نے تو ایک وجہ سے یہ تاخیر کی تھی مگر اس عالم نے بالکل بے وجہ تاخیر کی۔ اس پر اس زید سے زائد الزام ہے۔ زید پر تو حکم مختلف فیہ ہے مگر اس عالم پر حکم میں کوئی اختلاف نہیں معلوم ہوتا اور عقلاً بھی اس پر الزام بشدت

ہے کہ جاہل کے لئے جہل اگرچہ شرعاً عذر نہ ہو مگر عقلاً عذر ہو سکتا ہے نماز اگر قائم ہوتی جب بھی قطع صلاۃ کی اس اہم کام کے لئے شرعاً اجازت تھی۔ خلاصہ پھر شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے۔ کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذھب الی او جھلہ بتحقیق الایمان بمجرد اقرارہ بکلمتی الشہادۃ فان الایمان الاجمالی صحیح اجماعاً وقال ابو اللیث ان بعثہ الی عالم لایکفر لان العالم بما یحسنہ مالا یحسن الجاہل فلم یکن راضیا بکفرہ ساعۃ بل کان راضیا باسلامہ اتم واکمل۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۱۵) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ کافر جاء الی رجل وقال اعرض علی الاسلام فقال اذھب الی فلان یکفر وقیل لا نور الایضاح اور اسکی شرح مراقی الفلاح میں ہے۔ یجوز قطعھا بسرقۃ ما یساوی درھما او طلب منہ کافر عرض الاسلام علیہ حاشیہ علامہ طحطاوی علی المراقی میں ہے۔ انما ابیح لہ البقاء فی الصلاۃ لتعارض عبادتین ولا یعد بذلک راضیا ببقائہ علی الکفر بخلاف ما اذا اخرہ عن الاسلام وھو فی غیر الصلوٰۃ (ص۲۴۵) امام ابن حجر مکی اعلام الاعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں۔ ومن المکفرات ایضاً ان یرضی بالکفر ولو ضمنا کان یسألہ کافر یرید الاسلام ان یلقنہ کلمۃ الاسلام فلم یفعل او یقول لہ اصبر حتی افرغ من شغلی او خطبتی لو کان خطیباً (ص۱۹) اوسی میں ہے۔ لو قال کافر لمسلم اعرض علی الاسلام فقال

حتی اری او اصبر الی الغد او طلب عرض الاسلام من واعظ فقال اجلس الی آخر المجلس کفر وقد حکینا نظیرھا عن المتولی (ص۲۸) اوسی میں ہے۔ قال لہ کافر اعرض علی الاسلام فقال لا ادری صفۃ الایمان او قال اذھب الی فلان الفقیہ (الی قولہ) ما ذکرہ فی المسئلتین الاولیتین ھو المعتمد کما قدمتہ بما فیہ لما مر انہ متضمن ببقائہ علی الکفر ولو لحظۃ والرضا بالکفر کفر۔ دونوں پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح فرض ہے۔ کہ کفر متفق علیہ ومختلف فیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے مجمع الانہر میں فرمایا۔ ما کان فی کونہ کفرا اختلاف یؤمر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک احتیاطاً۔ واللہ تعالی اعلم۔

کافر غیر جنبی اگر اسلام لائے تو بعد اسلام اسے غسل مندوب ہے اس پر واجب نہیں۔ اور اگر جنبی تھا اور اسلام لایا تو بعد اسلام اس پر وجوب غسل میں اختلاف روایۃ ہے۔ ایک روایت میں واجب اور ایک میں واجب نہیں ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے، یجب علی من اسلم جنبا۔ فی روایۃ عن الامام یجب علیہ الغسل اذا اسلم جنبا ووجوبہ بارادۃ الصلوٰۃ وھو عندھا مکلف فصار کالوضوء ولان الجنابۃ صفۃ مستدامۃ ودوامھا بعد الاسلام کانشاءھا فیجب الغسل والاندب ای ان اسلم ولم یکن جنبا فان الغسل مندوب لہ اور یہاں تو وہ

عورت نہلا دھلا کر لائی گئی تھی اب اس کے بعد بھی اس پر غسل فرض بتانا عجیب ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ عالم پر کتنے ہی الزام ہیں سب سے توبہ ورجوع لازم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومتین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ہندو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم کعبہ میں جاکر پتھر کو سجدہ کرتے ہیں اور ہندو پتھر پہ پانی پھول چڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ پانی پھول مہادیو کو پہنچتا ہے اور ہم کعبہ میں جاکر کنکریاں مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان کو چوٹ لگتی ہے پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے اس کا جواب ایسا مجھ کو دیجئے کہ مجھ کو سیری دے۔

الجواب یہ شخص جلد تر توبہ کرے کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتا جہت کعبہ سجدہ خدا کو کرتا ہے کافر بتوں کو سجدہ کرتا ان کی پرستش وبندگی وعبادت کرتا ہے۔ کعبہ جاکر پتھر کو سجدہ کرنا مسلمانوں پر محض افتراء ہے جیسے کعبہ سے دور سمت قبلہ سجدہ ہوتا ہے یوں ہی وہاں جاکر عین قبلہ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ سجدہ یہاں وہاں سب جگہ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے کیا کوئی ادنی سمجھ والا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان مسجد کی دیواروں کو سجدہ کرتے ہیں اور جو مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تو وہ گھر کی دیوار کو سجدہ کرتے ہیں۔ مسجود الیہ کو مسجود لہ ٹھہرا کر فرق اسلام و کفر گمانا کیسی شدید بات ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس شخص پر توبہ فرض ہے۔ مسلمان رمی جمار محض امتثال امر کے لئے کرتے ہیں حکیم کے

ہر کام میں مصالح ہوتے ہیں فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ. آدمی بہت کام کسی اپنے معتمد کے کہنے سے ایسے کرتا ہے جس کی حکمت خود نہیں سمجھتا. جانتا ہے کہ میں اپنے جہل سے اپنی نادانی سے اس کا فائدہ نہیں سمجھتا مگر کچھ نہ کچھ فائدہ ہے ضرور جب تو یہ مجھے اس کے کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اس حکیم حقیقی عزت عظمتہ وجلت حکمتہ جس کی شان ہے لایسئل عما یفعل اس کے احکام میں چون وچرا کا کیا موقع۔ کہ محال ہے۔ کہ وہ کسی عیب کا حکم دے تو ضرور اس میں فائدہ ہے. کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ میرا پتھر شیطان کے جسم پر پڑتا ہے. محض امتثال امر کے لئے پتھر مارتا ہے نیز اس لئے کہ رب عزجلالہ کے خلیل جلیل کی سنت کریم ہے علیہ الصلاۃ والتسلیم جہاں خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی راہ میں شیطان ان سے متعرض ہوا بحکم الٰہی آپ نے اسے پتھر مارے کہ وہ خائب وخاسر ہوا ہم بھی رب جلیل کے اس خلیل جلیل محبوب جمیل کے اتباع میں ایسا کرتے ہیں کسی کی جانب پتھر پھینکنے سے مقصود جب ہی حاصل نہیں جبکہ وہ پتھر اس کے جا لگے. کسی کو بھگانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی طرف پتھر پھینکے جاتے ہیں تو بھاگ جاتا ہے۔ اگرچہ ایک پتھر بھی اس کے نہ لگے. بندر اور کوا کیا جب ہی بھاگتا ہے جب اس کے جسم پر جا لگتا ہے؟ بلکہ بھگانے کا مقصود کبھی محض اشارہ سے پورا ہو جاتا ہے ہاتھ میں پتھر نہ ہو جھک کر اوٹھانا اور بندر و کوے کی طرف خالی ہاتھ اس طرح پھینکنا جس طرح پتھر ہاتھ میں لے کر پھینکا جاتا ہے، لبسا اوقات کافی ہوتا ہے. تو اس خیال سے کہ وہ عدو اللہ جو ایسے عظیم وجلیل سے یہاں متعرض ہوا وہ

ہم جیسوں کا یہاں کیوں تعرض نہ کرے گا جو ہمارے دم کے ساتھ ہر قدم ہے۔ اس کا وہی علاج کیا جائے جو اس خلیل جلیل نے فرمایا. انکے اتباع کی برکت ہوگی اور عدو اللہ دفع ہوگا اگرچہ خلیل جلیل کا کوئی وار خالی نہ گیا اور ہمارا ہر پتھر خالی جائے. مگر پتھروں کی جب بارش ہوگی تو وہ ڑکے گا نہیں بھاگ جائے گا. پھر تذلیل کا مقصد تو حاصل ہے ہی. کسی کی تصویر بنا کر اس کے جوتے پتھر مارے جائیں تو اگرچہ اس کے جسم پر وہ پتھر وہ جوتے نہیں لگتے مگر جس کی تصویر ہے اس کے دل پر زخم کاری لگتا ہے تو شیطان کے قلب پر کاری زخم لگانے کے لئے اس عدو اللہ کے ان مقامات پر جہاں وہ اللہ کے خلیل سے متعرض ہوا مسلمان پتھر مارتے ہیں اس میں اور اس لغو وبیہودہ بے معنی حرکت کفری میں فرق نہ گننا کیسی شدید بات ہے. پتھر پر پانی پھول چڑھانا اور اس کا مہادیو کو پہنچ جانا اور شیطان کے چوٹ لگنا کیسے ایک سا جانا ہ دل پر چوٹ لگنے کے لئے جسم پر پتھر لگنا ضرور نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ ٭

زہد و تقویٰ

مفتی اعظم ہند کے زہد و تقویٰ کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

ولی بھی رشک کرتے ہیں تمہارے زہد و تقویٰ پر
تقدس تم پہ نازاں ہے وہ مردِ پارسا تم ہو

حضور مفتی اعظم ہند کی پاکیزہ ہستی تو وہ ہے کہ جن کو دیکھنا خود عبادت ہے بھلا ایسے ولی کامل کی عبادت و ریاضت کس درجہ کمال کو پہونچی ہوگی اور اس کے زہد و تقویٰ کا کیا عالم ہوگا۔ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ایسے ہی ولی او رفقیر کی طرف ہے جس کی زندہ مثال مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ قدسیہ ہیں۔

"تیرے لئے فقیر کی صحبت اور ولی کی خدمت ہی کافی ہے"۔ مفتی اعظم ہند فقیر بھی ہیں اور ولی بھی پھر آپ کی صحبت میں بیٹھنا عین عبادت اور آپ کی خدمت کرنا باعثِ رضائے الٰہی ہے۔ آپ کی ہستی اخلاق کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ کا اخلاق اور اعمال صالح اس حد تک وسیع اور افضل ہیں کہ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد آپ پر پورا اترتا ہے۔ بقول غوث اعظم کہ "مخلوق میں سب سے زیادہ خدا سے وہی قریب ہے جس کے اخلاق میں وسعت اور اعمال میں افضلیت ہو"۔ مفتی اعظم ہند مرید کرتے وقت اپنے ہونے والے مرید سے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد لیتے ہیں کہ اس ناچیز

گنہگار بندے اور فقیر بے توقیر کیلئے بھی دعا کر کہ جیسی چاہیئے ویسی پابندیِ احکام خداوندی میں جیوں اور تادمِ واپسیں ایسی پابندی کرتا ہوں آمین۔ قربان جائیے اس انکساری اور عجز کے نائب غوث الاعظم اور ولی کامل ہوکر اپنے لئے مرید سے دعا کروانا واقعی ولی کامل کا کام ہے۔ ریاضت کے متعلق مفتی اعظم ہند کا ارشاد ہے جس میں آپ نے بعض مشائخ کرام کا حوالہ دیا کہ۔ لوگ ریاضتوں کی ہوس کرتے ہیں کوئی ریاضت و مجاہدہ ارکان و آداب نماز کی رعایت کرنے کے برابر نہیں۔ خصوصاً پانچوں وقت مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا"۔ آپ ہر کام اخلاص سے خدا کی رضا کیلئے باتباع شریعت کرنا باعثِ سعادت سمجھتے ہیں جو مجاہدہ اور ریاضت کی روح ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند کو اگر یہ پتہ چل جائے کہ اُنکے کسی مرید نے نماز قضا کردی تو اُسکی طرف التفات نہیں فرماتے اور اس سے سخت ناراض ہوتے ہیں۔ حضور کسی ایسے شخص سے اپنی خدمت لینا گوارہ نہیں فرماتے جو نماز ترک کرکے آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہو۔ فوراً اس سے بگڑ جاتے ہیں۔

سراپا حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اُن عظیم ہستیوں میں مفتی اعظم ہند کا اسم گرامی بڑی اہمیت کا حامل ہے جنہوں نے خالقِ کائنات کے اس ارشاد کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا کہ حضور اکرم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر کوئی عبادت، عبادت نہیں۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم روحِ ایمان ہے اور ایمان کی جان ہے۔ مفتی اعظم ہند صاحب شریعت بھی ہیں اور صاحب طریقت بھی۔ خلاف سُنت کوئی کام نہیں کرتے اور مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ پر پورے اترتے ہیں۔ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے میری سُنت کو ایسے وقت زندہ کیا جبکہ میری امت میں فساد واقع ہو گیا ہو تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔" مفتیٔ اعظم ہند سراپا حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر پوری طرح عمل پیرا ہیں "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو" مفتیٔ اعظم ہند نے اپنی زندگی کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وقف کیا ہوا ہے اسلئے کہ رسول مکرّم جناب حبیبِ کبریا۔ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اصل ایمان ہے۔ دین و مذہب نام ہے آقائے نامدار کے کردار و گفتار کا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولا کے فعل کو اپنا فعل۔ انکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ۔ ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ اس نکتہ کو جن اہل حق نے سمجھا اور اپنایا وہ ہی اللہ تعالیٰ کے دوست ٹھہرے۔

مفتیٔ اعظم ہند سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی میں بے حد احتیاط برتتے ہیں اور کوئی کام خلافِ سنت نہیں کرتے۔ جس زمانہ میں مفتیٔ اعظم ہند حج بیت اللہ کو تشریف لے جا رہے تھے اور جس جہاز میں سفر کر رہے تھے اس کے ابھی جدہ پہونچنے میں دو دن باقی تھے اور مسافروں کو چیچک کا ٹیکہ لگوانا ضروری تھا لیکن حضور مفتیٔ اعظم ہند نے فرمایا ٹیکہ لگوانا ضروری نہیں اور مسلمانوں کو اس طرح کی کوئی بیماری نہیں چھوتی اور نہ پھیلتی ہے بالآخر آپ کو ٹیکہ لگانے سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

سادات کرام سے محبت

اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح آپ بھی سادات کرام سے بیحد محبت

کرتے ہیں۔ سادات کرام کی تعظیم و توقیر اور ان کا حد سے زیادہ احترام کرتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا کوئی مرید سیّد ہے تو اس کی تعظیم میں سبقت فرماتے ہیں اور آپ اپنے اس سید مرید کی دست بوسی کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کتنا احترام ہے سادات کا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ عرس رضوی کے موقع پر ایک غریب سیّد صاحب جو ابھی جوان تھے اور دیوانوں جیسی باتیں کرتے تھے تشریف لے آئے اور کہا! مجھے پہلے کھانا دو۔ منتظمین نے کہا کہ ابھی نہیں۔ اتنی دیر میں سیّد صاحب عالم دیوانگی میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی خدمت میں جانے لگے۔ علماء نے اُن کو روکا مگر کسی نہ کسی طرح وہ مفتیٔ اعظم ہند کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور فرمایا کہ دیکھئے حضرت یہ لوگ مجھے کھانا نہیں دیتے۔ میں بھوکا ہوں اور سید بھی ہوں۔ یہ سُننا تھا کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند کھڑے ہو گئے اور اُن سیّد صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا۔ ڈبڈبائی آنکھوں سے فرمایا کہ حضور سیّد صاحب پہلے آپ ہی کو کھانا ملے گا۔ یہ سب آپ ہی کا ہے۔ وہ سیّد صاحب بہت خوش ہوئے اور حضرت مفتیٔ اعظم نے جناب ساجد علیخاں صاحب کو بُلا کر فوراً ہدایت فرمائی کہ سیّد صاحب کو لے جایئے اور ان کی موجودگی میں فاتحہ دلوایئے اور سب سے پہلے کھانا ان کو دیجئے۔ یہ تبرک فرمائیں تو سب کو کھلایئے۔ اب کیا تھا سیّد صاحب اکڑتے ہوئے نکلے اور کہنے لگے دیکھا مجھے پہچاننے والے پہچانتے ہیں۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند کو جب یہ معلوم ہوتا کہ اُن کے گھر میں کوئی سیّد آیا ہے تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ میں اپنے بریلی کے قیام کے دوران جب بھی آپ کا نیاز حاصل کرنے گیا تو آپ نے مجھے کبھی اپنے پائنتی بیٹھنے نہیں دیا بلکہ اپنے پاس بٹھاتے تھے اور میرے بڑے صاحبزادہ سیّد محمد اویس علی کو اپنے پاس بلا کر بہت ہی پیار فرماتے تھے اور

بار بار پوچھتے کہ یہ بچہ کون ہے۔ جب آپ کو یہ بتایا جاتا کہ یہ بچہ سید ہے اور اپنے والد کے ساتھ پاکستان سے آیا ہے تو بیحد دعائیں فرماتے۔

بریلی شریف میں ایکدفعہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک صاحب یعنی حضرت سید پیر طاہر علاؤالدین گیلانی مدظلہٗ جب کوئٹہ سے تشریف لائے جو عمر میں جوان تھے تو مفتیٔ اعظم ہمیشہ ان کے پیچھے پیچھے مؤدب ہو کر ننگے پاؤں چلتے تھے۔ بریلی شریف میں ہر شخص نے دیکھا کہ مفتیٔ اعظم ہند جیسی عظیم المرتبت ہستی ایک نوجوان کے پیچھے اس طرح چل رہی جیسے کوئی خادم اپنے آقا کے پیچھے چل رہا ہو۔ محبت و عقیدت کے اس انوکھے انداز کو وہی سمجھ سکتے ہیں جو غوث الاعظم کے مرتبہ و مقام سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتے ہیں۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند کے آستانہ پر ہر جمعرات کو محفلِ حمد و نعت منعقد ہوتی ہے۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعتیہ کلام سنایا جاتا ہے۔ درود و سلام کی بارش ہوتی ہے۔ اس محفل پاک میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبت ضرور پڑھی جاتی ہے حضور مفتیٔ اعظم ہند کی ایک منقبت بہت ہی مقبول ہے اور ہر محفل میں پڑھی جاتی ہے، "کھلا میرے دل کی کلی غوث اعظم"، یہ منقبت ۱۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سی منقبتیں حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھی ہیں۔ آپ کی منقبت کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

یہ آنکھیں یہ سر ہے یہ دل یہ جگر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

حضور مفتیٔ اعظم ہند کو دیکھ کر اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آجاتے ہیں

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے والہانہ عقیدت

جناب حافظ رحمت نبی خاں صاحب بریلوی عرصۂ دراز سے شیخ طریقت کی تلاش میں تھے لیکن جس طرح کا مثالی پیر اُن کے تصور میں تھا وہ کہیں نظر نہ آتا تھا۔ انہیں ۱۹۵۱ء میں خواب میں زیارت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئی جس کے بعد سے پیر کی تلاش صرف قادری سلسلہ ہی میں تھی کیونکہ سرکار غوث الثقلین کی خواب میں زیارت کے بعد سے تلاش مرشد قادری سلسلہ کے اندر محدود کر دیگئی تھی۔ تلاش شیخ میں بے قرار ہو کر حافظ صاحب موصوف نے بغداد شریف کے سفر کا ارادہ کیا اور وہاں پہنچ کر یہ خیال کیا کہ آستانہ سرکار غوث الوریٰ کے سجادہ نشین ہی سے بیعت ہو کر غلامان غوثیت کے زمرہ میں شامل ہو جاؤنگا مگر کچھ وجوہات کی بنا پر یہ آرزو بھی پوری نہ ہو سکی۔ آخر کار جب دل کی بے قراری حد سے زیادہ بڑھی تو محبوب سبحانی غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحب موصوف کو اُن کے ہونیوالے شیخ طریقت کے بارے میں بتا ہی دیا کہ جاؤ بریلی شریف میں میرے نائب ہیں اُن سے بیعت ہو جاؤ۔ بالآخر حافظ رحمت نبی خاں صاحب ۱۹۔ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ کو سرکار مفتیٔ اعظم ہند کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ اس سچے واقعہ سے تصدیق بھی ہو گئی کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند نائب غوث الاعظم ہیں۔



حلیۂ مبارک اور غذا

سرکار مفتیٔ اعظم ہند کی شکلِ مبارک سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شبیہ مبارک ہے اور آپ بلاشبہ سیدنا غوث الاعظم قطب ربانی، محبوب سبحانی کے مظہر اور نائب ہیں۔

دیکھ کر شکلِ مفتیٔ اعظم
غوثِ اعظم کی یاد آتی ہے
(راز الہ آبادی)

آپ کے خد و خال، چال ڈھال، رہن سہن اور شکلِ مبارک بالکل اعلیٰحضرت کی شبیہ مبارک ہے۔

مولانا شوکت حسن خاں صاحب نواسی داماد مفتیٔ اعظم ہند نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ملک العلماء حضرت مولانا سید ظفر الدین صاحب بہاری نے بتایا کہ وہ دربارِ مفتیٔ اعظم ہند میں ایک دفعہ حاضر ہوئے تو کچھ دیر تک یہی خیال کرتے رہے کہ میں اعلیٰحضرتؒ کے روبرو بیٹھا ہوں اور جب نظر اٹھا کر مفتیٔ اعظم کو دیکھتے یہی گمان ہوتا کہ اعلیٰحضرت سامنے تشریف فرما ہیں مگر تھوڑی دیر بعد (جو خود مفتیٔ اعظم ہند تعویز لکھنے میں مصروف تھے اور نگاہیں نیچی تھیں۔)

جب حضرت نے مولانا ظفر الدین صاحب بہاری کے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہا اور بآوازِ بلند خیریت معلوم کی تو معاً ظفر الدین بہاری صاحب آواز سنکر چونکے کہ یہ آواز تو اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی نہیں بلکہ مفتیٔ اعظم ہند کی ہے۔

آپ نحیف البدن اور میانہ قد ہیں۔ سینہ کشادہ اور ریش مبارک بڑی، گھنی اور چوڑی ہے۔ پیشانی بلند اور کشادہ ہے۔ آواز صاف اور رعب دار ہے لیکن شیریں جو کانوں میں رس گھولتی ہے۔ آپ بے حد خوبصورت ہیں۔ رنگ کھلتا ہوا سرخی مائل سفید

ہے۔ چہرہ پُر جمال و پُر جلال ہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ جمال زیادہ ہے یا جلال۔ شکل مبارک نورانی ہے۔ آپ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا گلاب کا پھول ہے چاند سی صورت جس میں تابانی ہے۔ معصومیت اور پرہیزگاری چہرہ سے نمایاں ہے اور جس سے نیک بختی اور سعادت مندی کے آثار خوب واضح طریقہ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ کی صورت دیکھ کر قلب کو سکون اور اطمینان میسر ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہر وقت آپ کی صورت کو تکتا رہے۔ آنکھیں انتہائی پُرکشش جن میں بے پناہ ورد ہے۔ آپ تبسم فرماتے ہیں تو چہرہ اور زیادہ جاذبِ نظر ہو جاتا ہے۔ آپ کو دیکھ کر کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خوب رو اور خوش خو ہیں۔ چہرہ پُر ملاحت ہے اور روشن تاباں۔ فراخ دہن ہیں جس سے کلام پختہ اور مکمل نکلتا ہے۔ دانت مناسب نہایت ہی موزوں اور خوبصورت ہیں اور آپ کے اعضائے مبارک میں ایک قسم کا اعتدال اور ہم آہنگی ہے۔

آپ کی غذا بہت ہی معمولی اور سادہ ہے جو صرف ایک پھلکے اور شوربہ پر مشتمل ہے۔ لہسن کی میٹھی چٹنی بہت مرغوب ہے۔ کبھی کبھی چائے پی لیتے ہیں۔

کشف و کرامات

مفتیٔ اعظم ہند سراپا کرامت ہیں۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ کرامت سے پُر ہے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ قرآن و سنت کے منافی کوئی کام نہیں کرتے اور انہیں کو ہدایت کا سرچشمہ اور طریقت کا رہنما سمجھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک سنت ہی عشقِ الٰہی کی بنیاد اور عبودیت کی معراج ہے یعنی ظاہر و باطن میں خدا کی مرضی و رضا

پر راضی ہو جانا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کے ساتھ پوری اتباع کرنا۔ حضرت سیدنا شیخ جنید بغدادی رحمتہ علیہ نے فرمایا۔ اگر کسی شخص کو ہوا میں چوکڑی مار کر بیٹھا دیکھو تو بھی اس کو ولی نہ سمجھنا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ شریعت کا پابند ہے کیونکہ اتباعِ کتاب و سنت ہی دراصل معیارِ ولایت ہے۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند ایک مردِ حق۔ ولیٔ کامل اور صاحبِ کرامت بزرگ ہیں اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس عشق کو آپ نے اپنے لئے پسند کیا ہے یہی عشق آپ کی زندگی کا ماحاصل اور عمر بھر کی پونجی ہے۔

مفتیٔ اعظم ہند کا کشف

حضرت راز الہ آبادی اپنی کتاب "کراماتِ مفتیٔ اعظم ہند" میں فرماتے ہیں کہ میرے محلہ میں مکان کے قریب ایک ایسا شخص رہتا تھا جو بہت بدنام تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ مگر اللہ والے سب کو نوازتے ہیں ایک شب حضور مفتیٔ اعظم ہند نے میرے غریب خانہ کو رونق بخشی اور بہت سے لوگ حضرت کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ میں نے بھیڑ کے ڈر کی وجہ سے نیچے کا صدر دروازہ بند کر دیا تھا۔ حضرت ۱۰ بجے رات عید و بھائی کے مکان پر تشریف لے گئے اور اسی وقت سے لوگوں کی استدعا پر تعویز لکھنے لگے۔ سب لوگ سو گئے مگر میں حاضرِ خدمت رہا۔ تقریباً ڈیڑھ بجے رات تک حضرت نے سب کے لئے تعویز لکھ دیئے اور مجھے دے کر فرمایا کہ تم صبح سب کو دے دینا مگر میں نے حضرت کے پاس ایک چھوٹا سا تعویز ان کے ہاتھ میں دیکھا۔ میں ابھی اس تعویز کے بارے میں سوچ ہی رہا

تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ تعویز آپ رکھ لیجئے اور جب کوئی ضرورتمند مانگے تو دے دیجئے گا۔ میں نے عرض کی کہ حضور یہ کس کام کے لئے ہے تو حضرت نے فرمایا کہ دمہ والے مریض کے لئے ہے۔ جس پر دوا اثر نہ کرے اس پر یہ تعویز اثر کریگا۔ میں نے یہ تعویز رکھ لیا۔ حضرت اسی صبح کو تشریف لے گئے میں نے اپنی اہلیہ کو یہ واقعہ بتایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گھر میں کسی کو یہ مرض ہوگا یا کوئی آنے والا ہے۔ شام کو محلہ کی ایک صاحبہ آئیں اور کہا کہ بھیا ہم کل رات کو بڑا آسرا لے کر آئے تھے۔ سُنا تھا کہ بریلی والے میاں آئے ہوئے ہیں۔ اپنی فریاد ان کو سناتے مگر دروازہ بند تھا ہم رو رو کر چلے گئے۔ میں نے کہا کہ کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے شوہر کی طبیعت بہت خراب ہے۔ مہینوں سے علاج ہو رہا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا کیا مرض ہے۔ انہوں نے بتایا کہ سانس چلتی ہے یعنی دمہ ہے بڑی تکلیف ہے۔ میں اور میری اہلیہ حیرت زدہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور اُن صاحبہ کو سارا قصہ سنا دیا کہ تمہارے شوہر کے لئے تعویز دے کر گئے ہیں وہ بھی حیران تھیں۔ کہنے لگیں کہ میں نے تو کسی سے کہا بھی نہیں یہ بات صرف میرے دل میں تھی۔ مگر میں نے کہا کہ تمہاری روتی ہوئی آنکھوں کے آنسو پر لگا کر اللہ کے ایک برگزیدہ بندہ کے دامن تک پہونچ گئے اور تمہاری حالتِ زار چشمِ ولایت نے در و دیوار کے دبیز پردوں کو چیر کر دیکھ لیا۔ جاؤ یہ تعویز لے جاؤ وہ صاحبہ تعویز لے گئیں اور اپنے شوہر کے گلے میں ڈال دیا فوری طور پر انہیں آرام ہوگیا۔

ستنا میں ایک سندھی عورت کا حیرت انگیز واقعہ

ستنا میں حضور مفتیٔ اعظم ہند دو روز قیام کر کے بریلی شریف تشریف لے

جارہے تھے۔ حاجی عبدالکریم رضوی صاحب اور ستنا کے سینکڑوں مسلمان حضرت کو اسٹیشن پہونچانے آئے تھے۔ حضرت ٹرین میں بیٹھ چکے تھے کہ اچانک حضرت نے قلم و دوات مانگی اور جلدی جلدی تعویز لکھنے لگے۔ تعویز لکھ کر حضرت نے فرمایا کہ جب آپ لوگ اسٹیشن سے باہر نکلیں تو وہاں ایک عورت ٹکٹ گھر کے پاس پیلی چادر اوڑھے کھڑی ہوگی بس یہ تعویز اس کو دے دیا جائے مگر اس سے کچھ پوچھنے کا نہیں۔ حضرت کی روانگی کے بعد لوگ اسٹیشن سے باہر آئے تو اُسی عورت کو ٹکٹ گھر کے قریب دیکھا۔ یہ عورت ہندو سندھی تھی جو پیلی چادر اوڑھے کھڑی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے وہ محرومیوں اور ناکامیوں کی ایک زندہ تصویر تھی اور حسرت و یاس کے عالم میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ جن صاحب کو حضرت نے تعویز دیا تھا وہ قریب گئے اور کہا کہ بیٹی! تو کس کو تلاش کر رہی ہے؟ اس عورت نے مسلمان چہرہ دیکھ کر کہا کہ میں نے ابھی ابھی ایک عورت سے سنا کہ بریلی والے حضرت آج کل ستنا میں ہیں۔ میں نے ان کا انتظار کیا اور جب میں کسی طرح حضرت کی قیام گاہ تک پہونچی تو معلوم ہوا کہ حضرت اسٹیشن جا چکے ہیں اب میں اسٹیشن آگئی تو معلوم ہوا کہ حضرت ریل سے چلے گئے۔ ٹرین چھوٹ گئی اور میں اپنی فریاد اُن سے نہ کہہ سکی۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ لوگ حیران اِس عورت کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حاجی صاحب نے اسکو بتایا کہ اے غم کی ماری عورت اللہ کے بندے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی نگاہ ولایت دیکھتی رہتی ہے۔ حاجی صاحب نے کہا حضرت نے تجھ کو تعویز دے دیا ہے اور ہم لوگوں کو تیری پہچان بھی بتائی کہ اس عورت کو یہ تعویز دیدینا۔ وہ عورت حیران تھی کہ میں یہ کیا سُن رہی ہوں۔ میں نے تو حضرت کو ابھی دیکھا تک

نہیں بلکہ صرف سُنا ہی ہے کہ حضرت نامُرادوں کو اپنی دعاؤں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ اب حاجی صاحب نے اس سے پوچھا بیٹی بات کیا ہے؟ تو کیوں پریشان ہے؟ اس نے نظریں جھکا کر کہا کہ میاں میرے گھر میں کوئی اولاد نہیں اور میرا شوہر اسی بنا پر مجھے چھوڑنا چاہتا ہے۔ حاجی صاحب نے کہا تم خوش قسمت ہو کہ تم کو بغیر دیکھے حضرت نے تعویز دے دیا۔ حاجی صاحب نے اُس سے پتہ معلوم کیا اور وہ عورت رخصت ہوگئی۔ ایک سال کے بعد حاجی صاحب کو معلوم ہوا کہ وہ کوکھ جلی عورت ایک بچہ کی ماں بن چکی ہے

حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی نماز عصر

حضرت راز الہ آبادی فرماتے ہیں ایک بار میں بلرام پور سے حضرت کو لے کر بذریعہ بس الہ آباد آرہا تھا۔ حضرت مولانا مفتی رضوان الرحمٰن صاحب جو ایک زبردست عالم ہیں وہ بھی ہمراہ تھے الہ آباد کے قریب بس پھاپھاموکے پل پر آکر رُک گئی۔ دریائے گنگا پر یہ پُل واقع ہے چونکہ پُل پر یکطرفہ ٹریفک تھی اسلئے ہماری بس رُکی ہوئی تھی تاکہ دوسری طرف سے آنے والی گاڑیاں پہلے نکل جائیں تو بعد میں ہماری بس جائے۔ اسی اثنا میں حضرت نے سامنے دیکھا کہ سورج غروب ہونے والا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ نماز عصر کہاں پڑھی جائے۔ میں نے کہا کہ حضرت الہ آباد میں۔ حضرت نے فرمایا کہ الہ آباد پہنچتے پہنچتے سورج غروب ہو جائے گا اور یہ کہہ کر حضرت بڑی تیزی سے جانماز اور لوٹا لے کر بس سے اتر گئے۔ سڑک کے کنارے بہت گہرے گڑھے میں برسات کا پانی جمع تھا حضرت نے اس پانی کو دیکھ کر فرمایا کہ میں وہیں وضو کروں گا اور یہ کہہ کر اس گہرائی کی طرف تیزی سے اترنے لگے۔ آج تک حضرت کو اس قدر برہم

نہیں دیکھا تھا۔ حضرت کی زبان سے بار بار یہی جملہ نکلتا تھا کہ "ارے میری نماز عصر ارے میری نماز عصر، یا اللہ کرم فرما دے اور میں نماز ادا کر لوں کیا غضب ہے کہ سورج ڈوبا جا رہا ہے۔" یہ کہتے ہوئے حضرت بے تحاشہ گہرائی کی طرف اترنے لگے۔ راہ چلتے لوگ آپ کو روکنے لگے۔ پولیس والا آوازیں دینے لگا کہ حضرت آپ گر پڑینگے مگر حضرت تیزی سے نیچے اترتے جا رہے تھے۔ میں نے دوڑ کر حضرت کا ایک ہاتھ کسی نہ کسی طرح پکڑ لیا مگر اسقدر قوت کہ میں بتا نہیں سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم اب گرے مگر حضرت پانی کے قریب پہونچ گئے۔ اب جب پانی میں اپنا لوٹا ڈالا تو کیچڑ اور پانی کنارے پر ایک ساتھ نکلے میری طرف حضرت نے اپنا رومال پھینک کر فرمایا کہ تم تو یہی نماز پڑھو کیوں کہ وضو سے ہو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز کے بعد جو دیکھتا ہوں کہ اچانک حضرت اُس پانی میں چل کر بیچ میں پہونچ گئے اور ایک پتھر بیچ پانی میں اُبھر آیا اس پر بیٹھ کر وضو فرما رہے ہیں۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔ یا اللہ یہ نحیف اور کمزور بزرگ کس طرح بیچ پانی میں پہونچ گئے اور یہ پتھر بیچ میں کس نے اور کب رکھ دیا۔ حضرت نے وضو کیا اور پانی میں ہوتے ہوئے واپس تشریف لائے اور پھر نماز پڑھی۔ میں اور سڑک پر دوسرے لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ بس چونکہ ایکسپریس تھی ہمارا انتظار کئے بغیر چلی گئی اور ہمارا سارا سامان بس میں تھا۔ مفتی رضوان الرحمٰن صاحب بس ہی میں تھے۔ میرا ہینڈ بیگ حضرت کی سیٹ کے نیچے بس میں رکھا ہوا تھا۔ اب حضرت نے نماز ختم کی تو پولیس والوں کی مدد سے ہم دوسری بس میں سوار ہو گئے۔ راستہ میں مجھے بار بار اپنے ہینڈ بیگ کا خیال آنے لگا میں نے حضرت سے بہت ادب کے ساتھ کہا کہ

حضرت! ہینڈ بیگ آپ کی سیٹ کے نیچے رکھا تھا معلوم نہیں مفتی صاحب کو اس کے بارے میں علم ہے کہ نہیں! کیونکہ سارا سامان اوپر ہے وہ بیگ کیوں کر پائیں گے۔ حضرت خاموش رہے پھر فرمایا کہ اللہ حفاظت کرنے والا ہے آپ نہ گھبرائیں بیگ انشاء اللہ تعالیٰ مل جائیگا۔ جب ہم لوگ قیام گاہ پر پہونچے تو سارا سامان موجود تھا اور میرا بیگ اوپر ہی رکھا تھا۔

ایک زبردست کرامت

الہ آباد سے کچھ دور مغرب میں ایک مشہور قصبہ اسمٰعیل پور ہے جو کڑا کے قریب واقع ہے۔ وہاں کے لوگ حضرت کا نام سُن کر کنڈہ ضلع پرتاب گڈھ کے ایک جلسہ میں گئے۔ حضرت کا نام لوگوں نے اشتہار میں دے دیا تھا مگر حضرت کسی وجہ سے اس جلسہ میں نہ آسکے۔ اسمٰعیل پور کے لوگ دور دور حضرت کا انتظار کر کے جب واپس ہونے لگے تو وقت آتے ان لوگوں نے اپنی اپنی مختلف حاجتوں کے بارے میں ایک ایک پرچہ لکھ کر ایک صاحب کو دے دیا۔ جب یہ لوگ واپس آئے اور حضرت کی زیارت نہ کر سکے تو بہت جھنجھلائے۔ جن صاحب کے پاس وہ پرچے تھے انہوں نے کہا کہ بھائی پرچے لے لو اور بریلی شریف بھیج دینا۔ ایک آدمی بگڑ کر بولا: اماں پرچہ پھینکو بڑا نام سُنا تھا اور ہم گئے تو آئے نہیں۔ بلاوجہ اتنی تکلیف اٹھائی اگر بزرگ ہوتے تو ہم سب کا کام ضرور بن جاتا۔ جن صاحب کے پاس یہ پرچے تھے انہوں نے جب اپنی جیب سے پرچے نکالے تو دیکھا کہ سب پرچوں کی پُشت پر حضرت ہی کے قلم سے اور حضرت ہی کی تحریر میں ہر سوال کا جواب بھی موجود تھا۔ یہاں تک کہ تعویذ الگ لکھے تھے

اور ایک پرچہ پر ایک مسئلہ کا جواب بھی موجود تھا اور حضرت کے دستخط بھی تھے۔ لوگ حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر حافظ شیر زماں خاں صاحب جو اسمیل پور کے مشہور آدمی ہیں اور حضرت کے مرید بھی۔ اُن کے پاس حضرت کے کئی خطوط رکھے تھے۔ اُن خطوط سے ان پرچوں کی تحریر ملائی گئی تو بالکل وہی تحریر تھی۔ کسی قسم کی تفریق نہ تھی لوگوں نے ان پرچوں کو اپنے پاس ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا۔ ایک صاحب نے تو کہا کہ اگر ہمیں کوئی دس ہزار روپیہ بھی دے تو ہم ان پرچوں کو ہرگز نہ دیں گے۔ بلکہ ہم اپنی قبر میں یہ پرچے رکھوائیں گے۔

احمد آباد میں حضرت کی کرامت

حضرت مولانا ساجد علیخاں صاحب جو حضرت کے داماد بھی ہیں بتاتے ہیں کہ ایکدفعہ حضرت مفتی اعظم احمد آباد تشریف لے گئے۔ ایک بے قصور آدمی کو پھانسی کی سزا ہو گئی تھی۔ جسے دو روز بعد پھانسی ہونے والی تھی۔ اس کی بیوی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بچوں کی صورت دکھا کر حضرت سے کہنے لگی حضور یہ سب یتیم ہو جائیں گے۔ اس کے کہنے پر حضرت آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت نے فوراً تعویز دیا اور کہا کہ کسی طرح یہ اُس کے گلے میں ڈالدو۔ لوگوں نے کہا کہ حضور دو روز بعد ہی تو پھانسی ہو گی۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ بڑی قدرت والا ہے وہ چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ یہ تعویز تو اسی کا کلام ہے جس کو میں لکھ کر دے رہا ہوں۔ جاؤ انشاءاللہ وہ بری ہو جائے گا۔ وہ عورت تعویز لے کر جیل کی طرف بھاگی وہاں جا کر اپنے شوہر کو بتایا۔ شوہر نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے پرسوں ہی تو پھانسی ہے۔ مگر

اس عورت نے تعویز پہنا ہی دیا۔ اب کرامت دیکھئے حکام وقت مقررہ پر اس کو پھانسی گھر کی طرف لے چلے۔ منہ پر کپڑا پہنا دیا گیا۔ اس کے گلے کے تعویز کو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ سب اندھے ہو گئے وہ تعویز پہنے ہوئے پھانسی گھر گیا اور اس کو پھندا پہنا کر لٹکا دیا گیا لیکن عین وقت پر بجلی فیل ہو گئی جس سے کلا دبتا ہے وہ کھٹکا دبا ہی نہیں اور وہ شخص پھندے میں لٹکا رہا جب جج نے پھانسی کا حکم دیا تھا وہ بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا بس پھانسی کا وقت ختم ہو گیا۔ اسطرح یہ شخص پھانسی سے بچ گیا۔ بعد کو مقدمہ کی دوبارہ سماعت کے وقت اُسی جج نے ملزم سے دریافت کیا کہ یہ تعویز کیسا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ایک بزرگ نے دیا تھا۔ حضرت مفتی اعظم ہند اُسی دن بریلی تشریف لے گئے جج نے ملزم کو کٹہرے میں کھڑا کر کے اُس سے سوال کیا کہ کیا واقعی تم بے قصور ہو؟ ملزم نے جواب دیا کہ میں واقعی بے قصور ہوں۔ اچانک جج نے ملزم کے قریب ہی کھڑے ہوئے ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا۔ جج پر اس کا بیحد اثر ہوا۔ بالآخر جج نے اس کو بری کر دیا۔ شہر میں اس واقع سے دھوم مچ گئی اور مسلمانوں کی خوشی کی تو کوئی انتہا نہ تھی۔ آپ نے دیکھا اللہ کے برگزیدہ بندے جس کی مدد کرنے پر آ جائیں اس کو پھانسی کے تختہ سے اتار لیں۔ جس پر نگاہ کرم کر دیں ایک لمحہ میں چور کو ولی کر دیں۔

ناسک میں حضرت کی زبردست کرامت

جب حضرت مفتی اعظم ہند حرمین شریفین کی حاضری سے واپس تشریف لائے تو ہفتوں آپ کے استقبال میں جگہ جگہ جلسے ہوئے۔ بمبئی میں ایک جلوس تو اس قدر

شاندار نکلا کہ تقریباً پچاس ہزار آدمی جلوس میں تھے۔ پریس والوں نے حضرت کی تصویر لینا چاہی مگر ناکام رہے۔ ناسک میں حضرت کا بہت انتظار ہو رہا تھا جو وقت حضرت وہاں پہونچے تو اپنے روحانی پیشوا کو دیکھنے کیلئے اسقدر ہجوم اُمڈ آیا تھا کہ پولیس کو مداخلت کرنا پڑی۔ جس وقت حضرت کار سے اترے تو بھیڑ اتنی زیادہ تھی کہ بیان سے باہر ہے اس بھیڑ میں ایک یتیم بچہ نیچے گر گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھا لیا اور ایک ہی ہاتھ سے اس بچہ کو مجمع کے حوالہ کر دیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ بچہ حضرت سے کافی دور پر گرا تھا مگر حضرت کا ہاتھ وہاں اتنی دور زمین پر کیسے پہونچ گیا۔ عوام اور پولیس والے سب حیران تھے۔ اسوقت اس کھلی کرامت کو دیکھ کر ہزاروں آدمی آپ سے بیعت ہوئے جس کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

ایک شخص مرتے مرتے بچ گیا

فتح پور کے ایک مسلمان کے بارے میں جناب جمال صدیقی رضوی قادری کہتے ہیں کہ وہ حضرت سے بیعت ہونا چاہتا تھا۔ عرصہ سے اس کے دل میں تڑپ تھی وہ شخص سخت بیمار تھا۔ اس کے حلق کے اندر پھوڑا تھا اور بہت علاج کرانے کے باوجود ٹھیک نہ ہوتا تھا۔ ایک روز روتے ہوئے اس نے کہا کہ حضور مفتئ اعظم ہند ہر چند کہ یہاں نہیں ہیں معلوم نہیں کب نیاز حاصل ہو میں مرید ہو جاتا کیوں کہ آپریشن خطرناک ہے اور زندگی کی امید کم ہے۔ اسی مایوسی اور غم کی حالت میں وہ سو گیا اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے گلے پر ہاتھ رکھکر پھونک

دیا اور فرمایا کہ اب تم انشاء اللہ تندرست ہو جاؤ گے۔ دوسرے دن اُسکی حالت جب بہت خراب ہوئی تو لوگ اُس کو ہسپتال لے کر چلے۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ وہ شخص بے ہوش ہو چکا تھا۔ مگر ابھی راستہ ہی میں تھا کہ پھوڑا خود بخود حلق کے اندر پھوٹ گیا۔ منہ سے خون آنے لگا مگر جب ہسپتال پہنچا تو ڈاکٹر نے دیکھا اور حیران ہو گیا کہ آخر کون سی دوا سے یہ پھوڑا پھوٹا۔ جب اُس شخص کو ہوش آیا تو اس نے بتایا کہ رات ہی کو ایک بزرگ مفتی اعظم ہند نے مجھے دم کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم اب اچھے ہو جاؤ گے۔ ایک ہفتہ میں وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ کے ولی اور مرشد کامل کس طرح اپنے نام لیواؤں کی خبر گیری رکھتے ہیں۔

ناگپور میں ایک صاحب ایمان لائے

ناگپور میں کچھ لوگ حضرت کا نام سُن کر آپ کے دربار میں آتے۔ حضرت ایک جلسہ میں تشریف لائے تھے جہاں آپ کو دیکھنے کیلئے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ ایک غیر مسلم نے جیسے ہی حضرت کو دیکھا اپنے دوستوں سے کہا کہ بھائی یہ چہرہ تو بڑا ہی معصوم اور خوبصورت لگتا ہے اُس پر حضرت کی بزرگی کا بہت ہی اثر ہوا اور جب جلسہ ختم ہوا تو وہ حضرت کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوا۔ حضرت نے اُس کا نام غلام محی الدین رکھا۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو دیکھتے ہی مسلمان ہو جاتے ہیں۔

ایک ولی کا انداز کرم

جھانسی میں حضور مفتئ اعظم ہند مسجد کے ایک حجرہ میں قیام پذیر تھے۔ صبح د

شام حاجت مندوں کا ہجوم دیکھ کر ایک بوڑھے ہندو نے ایک ہیڈ کانسٹبل سے جو مسلمان تھا درخواست کی کہ مجھے بھی حضرت سے ملوادو۔ اس ہندو نے حضرت سے اپنی داستان بیان کی اور کہا: حضرت میری لڑکی کی شادی ایک ایسے شقی القلب آدمی سے ہوئی ہے جو میری لڑکی کو بہت مارتا ہے۔ وہ بدچلن اور شرابی بھی ہے میری لڑکی کسی صورت وہاں جانے کو تیار نہیں لیکن اس کے شوہر نے مقدمہ دائر کر دیا ہے کل میری لڑکی کی پیشی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ لڑکی کہدے کہ یہ میرا شوہر نہیں ہے کیونکہ تمہارے دھرم میں تو صرف آگ کے سامنے قسم کھائی جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت میری لڑکی کے ہاتھ پر اس کے شوہر کا نام بھی گدا ہوا ہے حضرت نے فرمایا ہاتھ پر نام گدوانا حرام ہے۔ مگر تم اس کو حرام نہیں سمجھتے۔ جاؤ جب لڑکی عدالت میں انکار کرے گی اور مجسٹریٹ کے سامنے اس کا شوہر یہی ثبوت پیش کریگا تو تیری لڑکی کے ہاتھ پر شوہر کا نام نہیں ملے گا۔ عدالت میں جب یہ معاملہ پیش ہوا تو لڑکی نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ یہ میرا شوہر نہیں ہے۔ اس پر شوہر نے ثبوت کے طور پر مجسٹریٹ سے کہا کہ آپ میری بیوی کے ہاتھ پر گدا ہوا میرا نام دیکھ سکتے ہیں۔ مجسٹریٹ کے کہنے پر جب لڑکی کا ہاتھ دیکھا گیا تو شوہر یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا کہ ہاتھ پر نام نہ تھا۔ حالانکہ شوہر کا وکیل کچھ ہی دیر پہلے لڑکی کے ہاتھ پر شوہر کا نام دیکھ چکا تھا۔ مجسٹریٹ نے یہ مقدمہ خارج کر دیا۔ اس کرامت کو دیکھ کر وہ ہیڈ کانسٹیبل صاحب جو اس ہندو کو حضرت سے ملوانے لائے تھے حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت ہو گئے۔

سرائے غنی (الہ آباد) میں بارش کا یک بیک رک جانا

الہ آباد کے مشہور موضع سرائے غنی بہریا میں ایک بہت عظیم الشان پیمانے پر جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو رہا تھا۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد صاحب کے عزیز حاجی شبین صاحب حاجی اظہار صاحب وغیرہ اس جلسہ کا اہتمام کر رہے تھے۔ حضرت اور بہت سے دوسرے علمائے اکرام جب سرائے غنی پہنچے تو بادل گھرے ہوئے تھے۔ عین جلسے کے وقت بوندا باندی شروع ہو گئی مولینا اعجاز کامٹوی کی تقریر جیسے ہی شروع ہوئی بارش تیز ہو گئی۔ سارا مجمع اٹھ گیا۔ یہاں تک کہ مولانا نظامی صاحب جو جلسے کی نظامت کر رہے تھے وہ بھی اٹھ کر چلے گئے مگر حضرت اسی تخت پر بیٹھے رہے۔ بارش تیز ہو گئی۔ حضرت نے مولانا اعجاز کامٹوی سے فرمایا کہ اپنی تقریر جاری رکھئے۔ حضرت نے دعا فرمائی اور بارش تھم گئی حضرت نے فرمایا سب کو آواز دے دو۔ مولانا اعجاز کامٹوی کی تقریر ضرور ہو گی۔ پھر کیا تھا پانی جیسے ہی تھما لوگ پھر آکر بیٹھ گئے اور جلسہ ۳ بجے رات تک ہوتا رہا۔ لوگ اسی وقت ۳ بجے رات بس سے جب الہ آباد کے لئے روانہ ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ جلسہ گاہ سے قریب تمام کھیتوں میں پانی بھرا ہوا ہے اور سخت بارش ہو رہی ہے بس جلسہ گاہ میں پانی نہیں برس رہا تھا۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا۔

حضرت کا کشف

حضرت مولانا فسیم بستوی فرماتے ہیں کہ ایک بار سفر میں میرا ایک تھیلا جس

میں میرا بہت سا سامان اور دو کتابوں کے مسودے تھے چوری ہو گیا۔ میں جب کانپور اسٹیشن پر پریشان حال ٹرین سے اترا تو دیکھا میرے پیر و مرشد اچانک نظر آئے۔ میں اپنے سامان کے غائب ہو جانے سے کافی نڈھال تھا۔ حضرت کی خدمت میں جیسے ہی حاضر ہوا آپ نے بڑے ہی ہمدردانہ لہجہ میں فرمایا "آپ مت گھبرایئے اللہ بہت دینے والا ہے۔ اللہ بہت دینے والا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ اور یا کریم یا ماجد کثرت سے پڑھئے۔ واقعی ایسا ہوا کہ میری جتنی چیزیں گم ہوئی تھیں اللہ نے اس سے زیادہ مجھے عطا فرمایا۔ معلوم نہیں کہاں سے اس قدر روپئے کی فراہمی ہوئی کہ میں بار بار اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

حضرت کی زبردست کرامت

قاری الحاج حضرت مولانا حبیب اشرف صاحب سنبھلی جو ملک کے ایک مایۂ ناز مقرر ہیں اور بہترین قاری ہیں۔ انہوں نے حیرت انگیز واقعہ بتایا کہ میرے گھر پر میرے سب بھائی مولانا قاری محمد حسن سنبھلی جو کانپور میں امام ہیں اور مولانا احمد حسن سنبھلی اور والد صاحب حضرت مولانا حامد حسن اشرفی سنبھلی ایک نشست میں گفتگو کر رہے تھے۔ مجھ سے کہا گیا کہ حبیب اشرف اب تم کسی سے مرید بھی ہو جاؤ۔ عالم ہو گئے۔ تقریریں کرنے کے لیے ہر طرف جاتے ہو۔ صرف مرید ہوں۔ والد صاحب نے کہا کہ بھئی یہ تو تم خود سوچو۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے یہ ایک مشکل سوال تھا۔ کیونکہ حضرت محدث اعظم ہند حیات ظاہری میں تھے اور حضرت مفتی اعظم ہند بھی بریلی شریف میں رونق افروز تھے۔ بس یہ دونوں بزرگ میری نظر میں تھے۔ اب ان میں کس سے بیعت ہوں۔ میرے لیے یہ طے کرنا مشکل تھا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے دل میں طے کر لیا کہ ان دونوں بزرگوں میں سے سب سے پہلے جس بزرگ کی زیارت ہوگی اور جس کے پاس گلاب کا پھول ہوگا۔ اسی سے بیعت ہو جاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں فیصلہ کر کے سو گیا۔ دوسرے دن صبح فجر کی نماز کے بعد

سنبھل میں کسی نے میرے مکان کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے بڑھ کر دروازہ کھولا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں کہ میں نے دیکھا کہ تاجدار اہلسنت عارف باللہ دروازے پر تنہا کھڑے ہیں اور رکشہ سامنے موجود ہے اور حضرت کے گلے میں گلاب کا ہار ہے۔ یہ دیکھنا تھا کہ میں نے قدم بوسی کی اور حضرت کو گھر میں لایا۔ میرے والدین کو سخت تعجب ہوا کہ ایسی عظیم المرتبت شخصیت جس کے آگے پیچھے ہزاروں آدمی چلتے ہوں۔ آج صبح صبح اچانک تنہا کیسے تشریف لے آئے اور بریلی سنبھل سے سیکڑوں میل دور ہے۔ حضرت آتے تو اطلاع پہلے آتی، استقبال کی تیاریاں ہوتیں۔ شہر میں اعلان ہوتا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر میرے والدین اور میرے بھائیوں کو یہ کیا معلوم تھا کہ میں نے رات اپنے دل میں طے کیا تھا۔ جیسے ہی حضرت اندر مکان میں تشریف لائے۔ وہ گلاب کا ہار اتار کر میرے گلے میں ڈال دیا اور فرمایا کہ بھئی اب تم عالم بھی ہو گئے، قاری بھی ہو گئے۔ میں نے تم کو کوئی انعام نہیں دیا۔ فرطِ مسرت سے میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور میں سوچنے لگا کہ اے میرے رب تو نے کیسے کیسے بندے پیدا کئے ہیں۔ یہ تیرے چاہنے والے، یہ تیرے مقرب بندے کتنا علم رکھتے ہیں۔ اے میرے رب آخر وہ بھی تو تیرے بندے ہیں جو تیرے محبوب کے علم غیب کے قائل نہیں ہیں۔ میں یہ سوچتا ہوں۔ دوڑ کر والدہ صاحبہ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میں نے خوش نصیبی سے پیر کامل پالیا۔ میں مرید ہونے جا رہا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے حضرت کے لیے کچھ کپڑے اور روپئے نذر کے لیے دیئے۔ میں خوش خوش آیا اور حضرت کی غلامی میں آگیا۔ غلامی میں آنے کے بعد میں نے رات کا واقعہ بتایا تو حضرت نے فرمایا حبیب اشرف توبہ کرو مجھے قطعی علم نہیں تھا۔ ایک صاحب رات کو میرے پاس بریلی پہنچے جو یہاں سے قریب ہی رہتے ہیں۔ ان کی اہلیہ سخت بیمار ہیں ان کو مرید کرانے کے لیے مجھے بریلی سے کار میں لے آئے۔ صبح فجر کی نماز کے بعد میں نے مسجد میں سوچا کہ تم کو دیکھوں اور میں مسجد ہی سے نماز کے بعد تمہارے گھر

رکشے والے سے پتہ پوچھ کر چلا آیا۔ مجھے کیا معلوم کہ تم نے کیا فیصلہ کیا تھا یہ تو محض حسن اتفاق ہے کہ اللہ نے کرم فرمایا کہ مجھے تمہارے دروازے پہنچ دیا۔ مولانا حبیب اشرف صاحب اور ان کے والدین سمجھ گئے کہ یہ حضرت کی زبردست کرامت ہے، مگر چھپا رہے ہیں۔ اتنی دیر میں لوگوں کا مجمع ٹوٹ پڑا۔ بس کیا تھا بھیڑ لگ گئی اور دعا تعویذ شروع ہو گئے۔ مولانا حبیب اشرف بتاتے ہیں کہ میں اس واقعہ کے بعد احمد آباد کے جلسے میں گیا۔ واپسی میں سلطان الہند غریب نواز حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پہ حاضری دی۔ میں نے خواجہ ہند کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور میں اب حضرت مفتی اعظم ہند کی غلامی میں آچکا ہوں۔ ایک تمنا اور ہے کہ میری حاضری دربار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہو جائے اور فریضۂ حج بھی ادا کرلوں۔ بس اتنی التجا کر کے رخصت ہو رہا ہوں۔ میرے سرکار غریب نواز آپ نے کبھی کسی کو نامراد واپس نہیں کیا مجھے بھی نوازیئے یہ منگتا اجمیر مقدس سے خالی نہ جائے گا۔ میں نے رو رو کر خواجہ اجمیری کی بارگاہ میں یہ التجا کی تھی، بس کیا تھا۔ میرے غریب نواز واقعی غریب نواز ہیں۔ وہاں اچھے برے سب کی سنی جاتی ہے وہ سلطان الہند ہیں۔ محبوب ربانی ہیں۔ میں اسٹیشن آیا ٹرین میں سکنڈ کلاس میں آرام سے سو گیا۔ رات تقریباً ۱۲ بجے تھے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں عرب کی سرزمین پر پہنچ گیا اور مکہ شریف میں ہوں ایک صاحب میرے سامنے نہایت سادے لباس میں آئے اور فرمایا کہ صحابۂ کرام کی زیارت کرو گے میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کے کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے انھوں نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ میں چلا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ حطیم شریف ہے۔ وہ دیکھو۔ حبیب اشرف صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جیسے ہی نظر اٹھائی۔ چار بزرگوں کو سفید سفید عمامہ میں اور تہبند اور کرتا پہنے ہوئے دیکھا۔ میں نے ادب سے سر جھکا لیا اور اپنی نظریں نیچی کر کے کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک

آواز آئی کہ حبیب اشرف تم جانتے ہو کہ حضرت ام ہانی حضور کی کون تھیں۔ یہ آواز جب میں نے سنی تو یہ آواز میرے پیر و مرشد کی تھی۔ یعنی حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ مجھ سے ہی سوال کر رہے تھے۔ میں نے اوپر نظر کی تو وہی چار بزرگ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں جانتا ہوں مگر اس وقت میری زبان خشک ہو گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا چلو تم کو حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ کا مکان دکھائیں۔ میرے ساتھ یہ چاروں بزرگ چلے۔ وہ ہی چار قدم چلا تھا کہ ایک مکان کے سامنے آگیا اس کی چھت پہ یہ حضرات مجھے لے کر چڑھ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ دیکھو یہاں سے سرکار مدینہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اقدس نظر آنے لگا۔ میں نے روضہ پر نظر پڑتے ہی صلاۃ و سلام پڑھنا شروع کیا۔ میں نے نظریں جھکا کر عرض کیا۔ مجھے حیرت ہے کہ یہاں سے مدینہ منورہ بہت دور ہے مگر روضہ اقدس اس قدر صاف دکھائی دیتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں میاں مکہ شریف میں یہی ایک مکان ایسا ہے جس سے روضہ اقدس صاف دکھائی دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے زور سے یا رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میرے ڈبے کے لوگ حیران ہو گئے اور پورا ڈبہ خوشبو سے مہکنے لگا۔ قلب پر عجیب خوشگوار کیفیت ہوئی اور رات بھر میں اس خواب کی لذت لیتا رہا اور میری آنکھیں جاگتی رہیں۔ مسافر سب سو رہے تھے۔ میرا نصیب جاگ رہا تھا، میری آنکھیں جاگ رہی تھیں۔ میں نے اپنے مرشد کامل کی یہ دوسری کرامت اور ان کی منزلت دیکھی۔ اگر پیر چاہے تو مرید کو کیا نہیں دکھا سکتا۔ مگر دیکھنے والی آنکھیں ہوں۔ قلب و نظر میں وسعت ہو۔ مولانا حبیب اشرف کہتے ہیں کہ میں گھر آیا اور گھر آتے ہی مجھے کانپور جانا پڑا۔ وہاں تقریر تھی، تقریر کے بعد ایک صاحب مجھ سے ملے جو میرے بڑے کرم فرما تھے۔ انھوں نے کہا کہ اس سال میں حج کو جانے والا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ تمہارا ساتھ ہو تو کیا اچھا ہوتا۔ میں نے کہا کہ " میاں اندھا کیا مانگے دو آنکھ "۔

حضرت کی دعا سے پھانسی سے بچ گیا

میرے محلے میں ایک قتل ہوا اس میں تین لڑکے ماخوذ ہو گئے۔ ایک کا نام محمد عالم تھا۔ سشن جج نے محمد عالم کو پھانسی کا حکم دیا اور اس کے چھوٹے بھائی آفتاب کو عمر قید اور دوسرے کو بھی عمر قید۔ محمد عالم میرے محلے میں ہی رہتا تھا۔ اس نے جیل سے میرے پاس کہلایا کہ آپ بریلی شریف والے میاں صاحب سے میرے لیے اور میرے بھائی کے لیے دعا کرا دیں۔ میں یہ احسان عمر بھر نہ بھولوں گا اور اس لڑکے کے ماں باپ بھی مجھ سے بڑی عاجزی سے کہنے لگے میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ میں دعا کے لیے کہدوں گا اور میں اجمیر شریف عرس کے موقع پر حاضر ہوا وہاں سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ بھی تشریف فرما تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت رات ۱۲ بجے سلطان الہند کے روضۂ اقدس پر خاص طور سے حاضر ہوتے ہیں۔ میں اسی انتظار میں بیٹھا تھا کہ حضرت تشریف لے چلیں تو عرض کروں۔ جب ۱۲ بجے اور حضرت نے وضو فرمایا اور چلنے لگے تو میں نے محمد عالم کے لیے اور اس کے بھائی کے لیے عرض کیا کہ حضرت محمد عالم نے جیل سے کہلایا ہے۔ حضرت نے سن کر دھیرے سے فرمایا کہ پھانسی سے بچانا چاہیئے۔ یہاں کی پھانسی حرام ہے۔ بس اتنا فرمایا اور فرمایا کہ اچھا میں سلطان الہند کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں وہاں بھی عرض کرتا۔ بہت سے لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک عالم صاحب جو یہ گفتگو سن رہے تھے۔ مجھ سے کہا کہ راز صاحب حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ پھانسی حرام ہے اس لیے آپ اب یہ سمجھئے کہ اس لڑکے کو پھانسی تو نہ ہوگی بلکہ سزا ہو جائے گی۔

اور ان دونوں کی سزا بحال رہے گی۔ آپ جلدی کیجئے اور حضرت سے پھر عرض کریں کہ حضرت وہ سب بالکل بے داغ چھوٹ جائیں۔ میں حضرت کے پیچھے پیچھے دربار خواجہ میں حاضر ہوا جیسے ہی حضرت آستانۂ عالیہ میں داخل ہوئے لوگ حضرت کی طرف دوڑنے لگے۔ عورتیں پیچھے چلنے لگیں۔ اب حضرت ناراض ہونے لگے کہ اس قدر بھیڑ لگائی کہ چلنا دشوار ہے۔ کوئی دست بوسی کر رہا

ہے۔ حضرت ناراض ہونے لگے اور فرمانے لگے کہ یہ عورتیں جہاں جائیں ناک میں دم کر دیتی ہیں۔ مگر عقیدت مند کہاں سنتے ہیں۔ بھیڑ لگتی ہی جا رہی تھی۔ حضرت اقدس حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ کے سامنے جنتی دروازے کے سامنے مسجد کی سیڑھی پر کھڑے ہو گئے اور سیکڑوں لوگ حضرت کے چہرہ اقدس کو دیکھنے لگے۔ کیا نورانی چہرہ ہے نور ٹپکا پڑتا ہے۔ حضرت نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ لوگ زار و قطار رونے لگے اور اپنے اپنے لیے حضرت سے دعا کرانے لگے۔ حضرت دعا فرماتے رہے۔ میں نے بھی اسی وقت محمد عالم اور سب کے لیے عرض کی اور حضرت نے دعا فرمائی۔ اب میں جب اجمیر شریف سے واپس الہ آباد آنے لگا تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور محمد عالم کے لیے کیا ارشاد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ "جاؤ ان کے والدین سے کہہ دینا کہ اپیل کر دیں وہ سب چھوٹ جائیں گے ان شاء اللہ" میں نے آکر محمد عالم کے باپ سے کہدیا انھوں نے اپیل کر دی۔ محمد عالم نے جیل میں ایک روز خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا اور فرمایا کہ بیٹا خوب نمازیں پڑھو خوب دعا کرو اور چاول بانٹ دینا۔ محمد عالم روز نمازیں پڑھتا رہا۔ ایک روز پھر اس نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ جیل کی کوٹھری میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آؤ محمد عالم میں تم کو جیل سے نکال دوں اور یہ کہہ کر جیل سے نکال دیا۔ محمد عالم کی آنکھ کھلی تو جیل ہی میں تھا مگر سمجھ گیا کہ میرا کوئی چارہ ساز میری مدد کر رہا ہے چونکہ محمد عالم نے حضرت کو کبھی دیکھا نہیں مگر حلیہ مبارک جو وہ بتاتا ہے وہ حضرت کا حلیہ مبارک ہے۔ حسن اتفاق کہ دار العلوم غریب نواز کے جلسۂ دستار بندی میں حضرت اقدس تشریف لائے۔ محمد عالم کے باپ محمد سمیع میرے والد حاجی عابد علی صاحب کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کا قیام دار العلوم غریب نواز ہی میں تھا۔ میں نے محمد سمیع کو سب طریقے بتا دیئے تھے۔ جیسے ہی حضرت آرام کرکے چارپائی پر بیٹھے۔ محمد سمیع نے حضرت کے پاؤں پکڑ لیے حضرت نے فرمایا کہ میرا پاؤں چھوڑیئے کیا بات ہے محمد سمیع نے کبھی حضرت کو دیکھا نہیں تھا وہ

ان کی پُرجلال شکل ہی دیکھ کر لرزاں ترساں تھے۔ بڑی مشکل سے دو جملے کہہ پائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں میں نے اجمیر مقدس میں راز صاحب سے کہدیا ہے کہ وہ سب انشاء اللہ چھوٹ جائیں گے آپ مت گھبرائیے۔ پھر جب حضرت نشست گاہ میں تشریف فرما ہوئے تو بیعت ہونے والوں کا ہجوم ٹوٹ پڑا اسی وقت محمد سمیع بھی بیعت ہو گئے۔ اب میں نے محمد سمیع سے کہا پھر پاؤں پکڑو انھوں نے پھر پاؤں پکڑ لیا۔ حضرت نے ان کو پھر تسکین دی اور فرمایا پاؤں مت چھوئیں۔ آپ کے دونوں لڑکے اور تیسرا آدمی سب چھوٹ جائیں گے۔ میں تعویذ دیتا ہوں۔ حضرت نے محمد عالم کے لیے تعویذ دے دیا۔ محمد سمیع نے وہ تعویذ جیل پہنچا دیا۔ تین ماہ کے اچانک ہائیکورٹ میں محمد عالم کے مقدمہ کی تاریخ لگ گئی۔ محمد سمیع نے مجھ سے کچھ بتایا نہیں دو روز میں نے محمد سمیع کو مسجد میں نماز میں نہیں دیکھا تو مجھے تشویش ہوئی۔ ایک شب میں سو رہا تھا ۴ بجے رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت پیرو مرشد پالی برستے میں چھاتا لگائے تشریف لائے اور میں نے حضرت کو خواب ہی میں دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت تشریف رکھئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں جلدی میں ہوں اور یہ کہہ کر ایک رجسٹر لے کر اس پر تین بار لکھا اور فرمایا کہ محمد سمیع، محمد سمیع، محمد سمیع۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس کا مطلب میں نہیں سمجھا۔ حضرت نے فرمایا اس کا مطلب کل سمجھ میں آئے گا۔ دوسرے دن مغرب کی نماز کے وقت مسجد میں وضو کر رہا تھا کہ محمد سمیع میرے بغل میں بیٹھ گئے۔ میں نے ان کو دیکھا تو ان کے چہرے کی روزکی اداسی نہ پائی۔ میں نے کہا کہ بھئی محمد سمیع کہاں تھے۔ کیا محمد عالم کے لیے کوئی تاریخ پڑ گئی تو انھوں نے ہنس کر کہا راز صاحب میں آپ کا احسان عمر بھر نہ بھولوں گا۔ محمد عالم کی تاریخ ۳ روز سے برابر پڑ رہی تھی۔ آج جج نے سب کو بالکل بری کر دیا۔ میں نے جیسے ہی سنا میرے منھ سے نعرۂ تکبیر نکل گیا اور خوش ہو گیا۔ نماز پڑھنے کے بعد سب حالات معلوم ہوئے۔ دوسرے دن شام کو محمد عالم آ گیا اور اس کا بھائی بھی چھوٹ گیا اور تیسرا آدمی بھی چھوٹ گیا۔ میں نے محمد عالم سے کہا کہ مسجد چلو اور اپنے

گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگو اور نماز شکرانہ ادا کرو۔ محمد عالم نے مجھ سے کہا کہ میرے مقدمہ کی سماعت سوموار سے شروع ہونے والی تھی اور اتوار ہی کو میری جیل کی کوٹھری کے سامنے ایک شخص آیا اس نے باہر سے مجھ سے کہا کہ محمد عالم تم چھوٹ گئے۔ میں نے اس آدمی کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے کہا کہ بھئی میرا مقدمہ تو کل سے شروع ہوگا کل بحث ہے۔ تم آج ہی بجے ہو میں چھوٹ گیا۔ وہ شخص ہنستا ہوا چلا گیا اور کہتا رہا کہ تم چھوٹ گئے۔ محمد عالم کی ماں اور باپ دونوں حضرت کے غلام ہو چکے ہیں۔ کاش غلامی کا حق ادا کرتے۔ خدا ان کو اور مجھ کو سب کو نیک عمل کی توفیق دے۔

حضرت کی خدمت میں جنات کس طرح آتے ہیں

اللہ کے ولیوں کی بارگاہ میں جنات ہمیشہ حاضر رہتے ہیں اور عجیب عجیب شکل میں ہوتے ہیں۔ ویسے اللہ کی یہ مخلوق اکثر مدرسوں میں شکل انسانی میں تعلیم حاصل کرتی ہے۔ میں نے کئی بار یہ سنا تھا کہ بریلی شریف میں بھی حضرت کی خدمت میں ایسے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ قبلہ ساجد علی خاں صاحب جو حضرت کے داماد ہیں اور دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم ہیں۔ انھوں نے ایک بار بتایا کہ حضرت مہینوں سفر میں رہتے ہیں۔ واپسی کی کوئی اطلاع ہم لوگوں کو نہیں رہتی مگر کسی دن ایسا ہوتا ہے کہ حضرت سے ملنے کے لیے کئی آدمی آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت کب تک واپس تشریف لائیں گے یہ معلوم نہیں مگر وہ لوگ قیام کر لیتے ہیں۔ مسجد میں جا کر لیٹ جاتے ہیں اور اسی

دن چند گھنٹوں کے بعد حضرت تشریف لاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے سخت تعجب ہوتا ہے ایک رات ایسے ہی کچھ لوگ آ گئے۔ کہا گیا کہ بھائی ابھی حضرت کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ کب آئیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ہم رات ٹھہر لیں گے اور حضرت کا انتظار کر لیں گے۔ کام ہو جائے گا ورنہ صبح چلے جائیں گے۔ وہ لوگ کئی آدمی تھے مسجد میں جا کر لیٹ گئے رات تقریباً بارہ بجے

حضرت تشریف لائے جو کئی ماہ کے بعد سفر سے واپس آئے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت سے راستے ہی میں گفتگو کی اور اسی رات چلے گئے۔

ایک بار میں اور میرے ساتھ الحاج عید و بھائی اور میرا چھوٹا لڑکا محمد جمال اختر عرف اکرم عرس رضوی میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اپنے بچے کے لیے (اور ایک صاحب جنہوں نے تعویذ منگوایا تھا) مجھ سے جانے سے قبل تعویذ لے لینا۔ رات کو جلسہ ختم ہوا۔ عید و بھائی اور میرا لڑکا دونوں مسجد بی بی جی کے دار العلوم مظہر اسلام میں قیام پذیر تھے رات کو دو بجے چلے گئے میں نے کہا کہ میں ابھی آؤں گا۔ صبح ہی سات بجے مجھے پنجاب میل سے الہ آباد آنا تھا۔ چنانچہ میں اسی کش مکش میں تھا کہ حضرت سے اب تعویذ کس وقت لوں گا۔ اور حضرت سے جاتے وقت ملاقات بھی نہ ہوگی اس کا صدمہ تھا۔ حضرت نماز فجر کے بعد گھر سے ۹ بجے صبح نکلتے ہیں۔ اس وقت رات کے ۲ بجے تھے۔ حضرت آرام فرما رہے تھے میں ساجد علی خاں صاحب سے کمرے کے سامنے ہی کہہ رہا تھا کہ کیا کروں ساجد علی خاں صاحب نے فرمایا کہ اس وقت کس کی مجال جو اوپر ان کی خدمت میں حاضر ہو آپ جائیے تعویذ میں بھیج دوں گا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت ایک ہاتھ میں حقہ لیے ہوئے مکان سے باہر تشریف لائے اب مولانا ساجد علی خاں صاحب گھبرا گئے کہ یہ کیا ہوا حضرت اس وقت باہر اچانک کیسے تشریف لے آئے۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے مارے وعدہ کیا تھا کہ جاتے وقت تعویذ دوں گا یہ صبح پنجاب میل سے چلے جائیں گے۔ اس لیے میں آگیا ہوں کمرہ کھولیے میں بیٹھوں گا۔ کمرہ کھولا گیا۔ بس کمرہ کھلنا تھا کہ لوگ آکر معلوم نہیں کہاں سے بیٹھ گئے۔

حضرت کا کرم ان کا کشف ہی تھا کہ ۲ بجے رات کو باہر تشریف لائے اور مجھ جیسے غریب آدمی کے لیے زحمت فرمائی۔ اب سنیے معاملہ کمرے میں بجلی فیل تھی اندھیرا تھا صرف ایک ذرا سی موم بتی جل رہی تھی۔ حضرت نے بس دو ہی تعویذ لکھے تھا کہ موم بتی بجھنے لگی۔ سب حاضرین

مایوس ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اب کیا کیا جائے۔ موم بتی بھی ختم ہے اب یہاں کیسے ملے گی بس اتنا سننا تھا کہ ایک رفیق نوجوان بہت خوبصورت میرے بغل ہی میں بیٹھا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا کہ حضرت میں موم بتی لاؤں۔ حضرت نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا کہ لائیے بس وہ لڑکا اٹھا اور باہر گیا ایک منٹ بھی نہ ہوا تھا کہ موم بتی جو بہت موٹی تھی۔ وہ لے کر فوراً واپس آیا میں دیکھ کر حیران تھا کہ وہاں دور تک کوئی دوکان نہیں تھی۔ اور دو بجے رات کا وقت میں نے اس نوجوان سے کہا کہ میاں کہاں سے لائے اور اس قدر جلد کیسے لائے۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ آپ سے کیا مطلب کہیں سے لاؤں میں نے کہا کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہاں سے لائے وہ میری بات سن کر بڑی تیز نظروں سے مجھے گھورنے لگا۔ میں گھبرا گیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ بھئی آپ ان سے نہ بولئے رہنے دیجئے۔ میں ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا حضرت نے اس نوجوان سے فرمایا کہ تمہارا کام میں بعد میں کروں گا یہ لوگ صبح پہلی گاڑی سے چلے جائیں گے۔ ان کا کام ہو جانے دو۔ میری سمجھ میں آنے لگا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ بہر حال میں تعویذ لے کر حضرت سے اجازت لے کر مسجد بی بی جی مدرسے میں پہنچا تو دروازے پر ایک بہت بڑے سیاہ کتے کو پہرہ دیتے ہوئے دیکھا وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں جیسے شعلہ برسا رہی تھیں۔ میں تنہا، رات کے ۳ بج چکے تھے۔ کوئی بیدار نہیں تھا دروازہ اندر سے بند تھا اور کتا دروازے پر بیٹھا ہوا تھا اب میں کیسے دروازہ کھلواؤں۔ ڈر کے مارے میرا برا حال نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ میری حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ کتا مجھے شعلہ بار آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا۔ میرا پاؤں من من بھر کا ہو چکا تھا۔ دل دھڑکنے لگا میں ہوش سنبھالتے ہوئے بس اتنا کہا کہ بھئی میں حضرت مفتی اعظم ہند کا غلام ہوں اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کا مہمان ہوں مجھے پریشان نہ کرو دروازے سے ہٹ جاؤ جانے دو بس اتنا سننا تھا کہ وہ کتا اوپر چلا گیا۔ کسی طرح میں نے آواز دی دروازہ کھلا اور گھنٹوں میں پریشان تھا۔

صبح میں الہ آباد چلا آیا ۱۹۷۱ء کا واقعہ ہے کہ میں حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ کے ساتھ

ناگپور گیا۔ وہاں سے مختلف مقامات سے ہوتا ہوا ایلورت محل صوبہ بہار میں پہنچا ایک شب حضرت کے کمرے کے سامنے میں دراز ہو گیا۔ حضرت کے کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ رات ۲ بجے تھے اور تمام علما دوسرے کمرے میں آرام فرماتے۔ میں زمین ہی پر حضرت کے سامنے والے برآمدے میں لیٹا ہوا تھا مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ مگر آنکھ بند کئے پڑا تھا۔ بس حضرت کی آواز کمرے سے اچانک آئی ارے میرا پاؤں چھوڑ دو، میرا پاؤں چھوڑو میں پاؤں نہیں دبواؤں گا۔ میں نے جب یہ آواز سنی تو میں نے سمجھا کہ کوئی شخص رات کو کمرے میں چلا گیا ہے اور پاؤں دابنا چاہتا ہے اور حضرت پاؤں نہیں دبواتے اسی طرح منع فرماتے ہیں۔ بس میں اٹھ کھڑا ہو گیا اور سوچا کہ چلو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صرف پردہ پڑا تھا جیسے ہی میں پردہ اٹھا کر اندر گیا۔ حضرت چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی چپکے سے لیٹ گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ میرے کندھے کو چھوتی ہوئی کوئی بھاری چیز ہوا کی طرح نکل گئی میں گھبرا گیا اور حضرت آنکھیں بند کیے ہوئے دراز تھے۔ میں الٹے پاؤں لوٹ آیا۔ ایک زبردست فقیہہ عالم بزرگ درویش کامل حضرت مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ جب کہ رات میں لوگ نیند کے مزے لے رہے تھے اندھیرے میں بیٹھ کر ذکر کر رہے تھے۔ یاد خدا میں مشغول تھے۔ میں چپکے سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا معاملہ ہے حضرت کے کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ پھر کس کو پاؤں دبانے سے روک رہے تھے۔ حضرت مجاہد ملت مسکرائے اور آہستہ سے فرمایا کہ لوگ ہر وقت ان کے پاس بھیڑ لگائے رہتے ہیں۔ یہ وقت تنہائی کا ملا تھا کوئی جن یا کوئی ہوا میں اڑنے والا حاضر ہوا ہوگا۔ اولیاء کرام کی بارگاہ میں ہر طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ تم خواہ مخواہ وہاں پہنچ گئے۔ حضرت کے مرید نہ ہوتے تو تمہارا برا حال ہو جاتا۔ تم نے اس بے چارے کا کام بگاڑا۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرت کے کمرے سے حقہ پینے کی آواز آئی میں ہمت کر کے گیا دیکھا تو حضرت حقہ پی رہے

ہیں۔ اب میں تو اور حیران کہ یہ حقہ کس نے بھرا جبکہ حضرت کا خادم سو رہا تھا اور نہ وہاں اس وقت آگ موجود تھی۔ مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ لو حقہ پی لو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ حقہ کس نے بھر دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آم کھائیے گٹھلیوں کو مت گنیئے میں خاموش ہو گیا۔

اس سال عرس کی حاضری میں میں اور اہلیہ اور میرا لڑکا محمد کمال اختر عرف رشیم محمد جمال اختر عرف اکرم اور میرے ساتھ کئی لوگ بریلی شریف حاضر ہوئے تھے۔ اس سال میں نے حضرت کی خدمت میں دو کمسن لڑکوں کو دیکھا جو حیرت انگیز طور پر عرس میں کام کر رہے تھے میں نے کہا کہ میاں پان لاؤ گے ایک منٹ کو وہ نظروں سے اوجھل ہوا اس کے بعد تقریباً ۱۲ عدد پان لے کر حاضر۔ حضرت کو جب کوئی کام ہو کچھ منگوانا ہو تو اسی لڑکے کو آواز دیتے ہیں۔ اس کا نام جانتا ہوں۔ مگر نام نہیں لکھوں گا کہ وہ بچہ ابھی تعلیم لے رہا ہے اس کا نام بتاؤں گا تو اس کا راز کھل جائے گا۔ میں نے اس کے بارے میں سب کے سامنے حضرت مولانا ساجد علی خاں صاحب سے پوچھا کہ یہ دونوں بچے کب آئے اور کون ہیں۔ ساجد میاں نے مسکرا کر کہا کہ بھئی تم بھی بڑے غضب کے آدمی ہو بڑی پہچان رکھتے ہو۔ کیوں نہ ہو تمہارے اوپر حضرت کا خاص کرم ہے یہ دونوں بچے پرندوں میں ہیں۔ بس باقی راز ہے میں خاموش ہو گیا۔ وہ دونوں بچے میرے لیے ہر وقت جیسے حاضر تھے۔ جس چیز کی مجھے ضرورت ہوتی فوراً حاضر کر دیتے مجھ سے ان لوگوں نے نعت شریف لکھوائی اور کہا کہ ہم پڑھیں گے اور مجھے دو روپیہ نذر کیا۔ جسے میں نے قبول کر لیا۔ میں نے کہا کہ تم مسئلہ نہیں جانتے۔ کسی نابالغ سے کوئی چیز نہیں لی جاسکتی۔ جب اس کے ماں باپ یا اس کے وارث اجازت نہ دیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ میں روپیہ واپس نہ لوں گا میرے وارث حضرت ہیں آپ ان سے پوچھ لیجئے گا۔ اب مجھ میں کہاں ہمت تھی کہ حضرت سے پوچھ سکتا۔

نماز کے لیے ٹرین چھوڑ دی

ایک بار ناگپور سے آگرہ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں نماز مغرب کا وقت ہوگیا۔ اس ڈبہ میں کئی مسلمان حضرت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ جو ساتھ چل رہے تھے۔ دو مسلمان بدعقیدہ قسم کے پتلون کوٹ پہنے بیٹھے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اب گاڑی کہاں رکے گی۔ نماز مغرب کا وقت ہوگیا میں نماز پڑھوں گا اور گاڑی ایک اسٹیشن پر اس وقت کھڑی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ میل ہے۔ بہت دیر دیر کے بعد رکتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر نماز قضا ہو گی۔ کیوں نہ یہیں پر پڑھ لی جائے۔ ایک صاحب جو ماڈرن مسلمان تھے۔ انھوں نے کہا کہ ارے آپ چلتی گاڑی میں نماز پڑھ لیجئے۔ کیوں پلیٹ فارم پر اتر رہے ہیں۔ آپ کی نماز کا انتظار گاڑی نہ کر سکے گی۔ بس ان کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت کو جلال آگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر میری نماز کا انتظار ٹرین نہ کرے گی تو کیا ہوا...... خدا حافظ .... اور یہ کہہ کر حضرت مصلیٰ اور لوٹا لے کر غصہ میں اتر پڑے اب سب لوگ جو حضرت کے ساتھ تھے اتر گئے اور اب حضرت نے وضو کیا جیسے ہی مغرب کی نماز کی نیت کی گئی ٹرین چھوٹ گئی۔ حضرت کا سارا سامان اور ساتھ والوں کا سارا سامان ٹرین میں رہ گیا تھا جب گاڑی چلنے لگی تو کسی نے اندر ڈبہ سے پھبتی کسی کہ میاں کی گاڑی گئی، میاں کی گاڑی گئی۔ مگر اس بدنصیب کو کیا معلوم تھا کہ یہ کون ہے۔ جماعت سے نماز پڑھی گئی اور سنت ادا کی گئی نفل پڑھ چکے پلیٹ فارم خالی تھا۔ مگر لوگ حضرت کو دیکھ رہے تھے اور آپس میں بات کرتے تھے کہ دیکھو مولانا صاحب نماز کے لیے اترے گاڑی چلی گئی۔ مگر حضرت اس طرح مطمئن تھے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں مگر اور لوگ پریشان تھے سب کا سامان گیا۔ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ سامنے سے گارڈ صاحب اپنی لالٹین لیے بھاگے آ رہے ہیں ان کے پیچھے پچاسوں آدمی بھاگے آ رہے ہیں۔ گارڈ نے آ کر کہا کہ حضور گاڑی رک گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ گاڑی رک گئی یا انجن خراب ہوا۔ گارڈ نے گڑگڑا کر کہا کہ حضرت انجن ہی نہیں چلتا ہم

لوگوں سے بڑی گستاخی ہوئی معاف فرما دیں یہ میل ٹرین ہے ہم روک نہیں سکتے تھے۔ ہم مجبور تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں میرے ڈبہ میں ایک نام کا مسلمان بیٹھا ہے۔ کہتا ہے کہ نماز کے لیے کیا گاڑی انتظار کرے گی۔ اسٹیشن ماسٹر نے کہا کہ اب دوسرا انجن لگایا جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ گاڑی اگر پیچھے لاؤ تو انجن چلے گا۔ ویسے ہی ہوا گاڑی پیچھے لائی گئی اور انجن کی خرابی دور ہوگئی۔ مگر اس درمیان میں گاڑی پون گھنٹہ لیٹ ہوگئی۔ گاڑی کے تمام مسافروں کو یہ واقعہ دیکھ کر حیرت بھی ہوئی، عبرت بھی ہوئی ان دونوں ماڈرن مسلمانوں کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ جیسے ہی حضرت کو دیکھا ان لوگوں نے معافی مانگی اور حضرت نے معاف فرما دیا اس واقعہ سے اسلام کی حقانیت کا اندازہ کر کے ایک سکھ ایمان لایا۔

حضرت کے قدموں کی برکت

ایک غریب آدمی جس کے یہاں برتن بھی کھانا پکانے کو کافی نہ تھے وہ ضلع مراد آباد کے قصبہ میں رہتا تھا۔ جب حضرت نے اس قصبہ کو اپنے قدموں سے نوازا تو اس غریب نے بھی حضرت سے عرض کیا کہ حضور میرے جھونپڑے میں بھی قدم رکھ دیتے تو میرے یہاں برکت ہوتی۔ چنانچہ حضرت کی عادت کریمہ ہے کہ کسی کی دعوت کو ٹھکراتے نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے گھر چلوں گا۔ حضرت اس غریب آدمی کے یہاں تشریف لے گئے۔ مگر اس کی بیوی نے دو پیالی چائے بنالی تھی۔ اس نے حضرت کے سامنے پیش کیا۔ حضرت نے بہت خوش ہو کر نوش فرمالیا۔ وہ مسلمان لکڑی کاٹتا تھا اور اسی سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ حضرت نے اسی وقت دعا فرمائی۔ جب اس غریب آدمی نے پان پیش کیا تو حضرت نے اپنے دہن مبارک کا پان نکالا اور وہیں ایک طرف کونے میں پھینک دیا۔ حضرت وہاں سے تشریف لے گئے۔ اب تھوڑے دنوں کے بعد اس کو ایک جنگل میں لکڑی کاٹنے کا ٹھیکہ مل گیا اور اللہ نے اس کے کاروبار میں برکت عطا فرمائی۔ ادھر حضرت نے جہاں پان پھینکا تھا۔ وہیں پر زمین پر ایک امرود کا درخت نکلنا شروع ہوا جیسے

جیسے وہ درخت بڑا ہوتا گیا۔ ویسے ویسے اس کے گھر میں پیسوں کی فراوانی ہوتی گئی۔ پورے پانچ سال کے بعد جب حضرت اس قصبہ میں تشریف لے گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ تو مجھ سے ان لوگوں نے بتایا۔ میں نے اس کے مکان کو دیکھا۔ جہاں صرف ایک جھونپڑا تھا۔ اب ایک بہت بڑی پختہ عمارت کھڑی تھی۔ مگر اس نے اس زمین کو ویسے ہی رہنے دیا تھا۔ جہاں امرود کا پیڑ تھا۔

حضرت مولانا ساجد علی خاں صاحب مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف نے فرمایا

کہ حضرت کانپور میں تھے۔ ایک غریب مرید نے عرض کیا کہ حضور میں بہت غریب ہوں مگر میری تمنا ہے کہ حضرت میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیں۔ حضرت نے قبول فرما لیا۔ بعد مغرب حضرت جب اس کے یہاں تشریف لے گئے تو وہاں کثرت سے مسلمان اکٹھا ہو گئے اور اس نے صرف ۵ آدمیوں کے لیے کھانا پکایا تھا اور شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ۵۰ آدمی بیٹھے ہیں اور ایسے لوگ تھے۔ جن کو اٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔ ایک مشہور عالم نے جب یہ دیکھا تو اپنے پاس سے کچھ روپئے نکالے اور اس غریب مرید کو بلا کر چپکے سے کہا کر جاؤ پکا ہوا چاول بازار سے لاؤ ادھر اس مرید نے سوچا کہ میں بازار جاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اندر جانا چاہتا ہوں جہاں کھانا پکایا گیا ہے۔ چنانچہ مرید نے اندر پردہ کرا دیا اور حضرت اندر تشریف لے گئے اور وہیں بیٹھ کر جتنا چاول پک چکا تھا۔ اس پر حضرت نے سیّد عبد القادر جیلانی غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فاتحہ دیا اور فرمایا کہ اس پتیلے میں جھانک کر مت دیکھنا اور اسی میں سے نکال کر باہر سب کے لیے بھیجتے جاؤ۔ اللہ برکت دینے والا ہے۔ چنانچہ یہ کہہ کر حضرت تمام حاضرین میں آکر تشریف فرما ہو گئے۔ اس غریب نے چاول کو نکالنا شروع کر دیا۔ جتنے حاضرین تھے۔ سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور اس کے گھر کے لوگوں نے بھی کھانا کھا لیا۔ اب حضرت نے فرمایا ۵ آدمیوں کا کھانا اور نکالو اور اپنے پڑوس میں جاؤ دیکھو جو غریب عورت یا مرد مسلمان ہو

اس کو کھلا دو۔ چنانچہ ایک بڑی سینی میں ۵ آدمیوں کا کھانا لے کر مرید گئے اور پانچ غریبوں کو کھلا کر واپس آ گئے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ہوا تو لوگ حیران ہو گئے۔

چور اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا

حضرت مفتیٔ اعظم ہند مدظلہ العالی کے ایک مرید کربا ضلع بلاس پور (ایم۔ پی) کی ایک فیکٹری میں ملازم ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میری رات ڈیوٹی تھی۔ وہ فیکٹری میں مشین مین ہیں۔ ان کا نام محمد اصغر فاروقی رضوی قادری ہے۔ وہ مشین کو دیکھ کر یک بہ یک نیند آ گئی اور سو گئے۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے مکان کے باہر والی کھڑکی کو کوئی آدمی توڑ رہا ہے۔ جیسے ہی اس آدمی نے لوہا لگا کر کھڑکی توڑنے کی کوشش کی، انھوں نے دیکھا کہ حضرت مفتیٔ اعظم ہند اس چور کے پاس کھڑے ہو گئے۔ حضرت اس وقت ہرے رنگ کا جبہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ حضرت کے دست مبارک میں ایک چھڑی بھی تھی۔ حضرت نے اس چور کی پشت پر وہ چھڑی بڑی زور سے ماری۔ وہ چور وہاں سے بھاگ گیا اس کے اس کی آنکھ کھل گئی وہ فوراً گھبرا کر اپنے گھر کی طرف چل دیئے جو وہاں سے تقریباً میل بھر پڑتا ہے۔ وہ جب اپنے گھر پہنچے تو دروازے پر آواز دی۔ اس وقت رات کے ۲ بجے تھے والدہ صاحبہ نے دروازہ کھولا۔ ان کی اہلیہ اٹھیں اور اٹھ کر چائے بنانے لگیں۔ یہ ادھر ادھر دیکھنے لگے ان کی والدہ نے کہا کہ بیٹا تم آج اچانک کیسا چلے آئے کیا طبیعت خراب ہے۔ انھوں نے کہا نہیں ماں میرا جی گھبرایا اور میں چلا آیا۔ یہاں سب خیریت ہے نا؟ ان کی والدہ نے کہا کہ بیٹا ویسے تو اللہ کا کرم ہے۔ مگر ابھی تھوڑی دیر قبل مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی کھڑکی توڑ رہا ہے۔ اتنا والدہ صاحبہ کا کہنا تھا کہ اصغر صاحب نے کہا کہ پھر آپ نے کسی کو مارنے کی آواز بھی سنی ہوگی۔ انھوں نے کہا اسی وقت جیسے کسی نے کسی کو دو چھڑی بہت زور سے ماری اور اسی وقت بھاگنے کی آواز بھی معلوم ہوئی مولوی اصغر فاروقی صاحب فوراً بولے کہ ماں آپ جانتی ہیں۔ وہ چھڑی مارنے والا کون تھا یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ ان کی ماں نے کہا کہ بیٹا میں نہیں جانتی

کیا ہوا تو اصغر صاحب فاروقی نے خواب بیان کر دیا۔ اب جا کر کھڑکی دیکھی تو واقعی اس کھڑکی پر ایسے نشانات تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی توڑ رہا تھا۔ اصغر صاحب نے کہا کہ اللہ نے بڑا کرم فرمایا اور میرے پیر و مرشد میری اور آپ سب کی مدد کو تشریف لائے اور آپ سب بچ گئیں۔ آپ نے دیکھا اللہ کے یہ نیک بندے اپنی روحانیت کے کمال کیسے.... دکھاتے ہیں اور اپنے مریدوں کی مدد کے لیے کیسے کیسے نازک موقعوں پر پہنچتے ہیں۔ حالانکہ بریلی شریف بانس پور سے چار پانچ سو میل سے کم نہ ہوگا۔ مگر اللہ کے ولیوں کو یہ مسافت کچھ نہیں ہے۔

بنارس میں حضرت کا فیضانِ تصرف

ڈاکٹر محمد شہاب الدین صدیقی صاحب حضرت کے مرید ہیں۔

گذشتہ سال عرس رضوی کے موقع پر مجھ سے فرمایا کہ میرے ساتھ ایک حیرت انگیز واقعہ جو حضرت کی زبردست کرامت ہے۔ پیش آیا ہے۔ آپ آئندہ ایڈیشن میں اس کو بھی شامل کر لیں۔ انھوں نے مجھے تحریر لکھ کر دی۔ وہیں پر حاجی رحمت اللہ عیدو بھائی، محمد سعید ٹیلر ماسٹر الہ آبادی موجود تھے۔ اس تحریر پر بطور گواہ ان دونوں کے دستخط موجود ہیں حالانکہ کرامتوں کے لیے نہ کسی گواہ کی ضرورت ہے نہ تحریر کی، مگر میں نے ان سے تحریر لے لی ہے کہ تنگ نظروں اور حاسدوں کو وقت ضرورت دکھایا جا سکے۔ حالانکہ کسی بزرگ کی کرامت پر شک کرنا گمراہی ہے۔ اولیاء اللہ سے کرامتوں کا صادر ہونا ایک بڑی امر ہے۔ اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو اس دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اس میں کسی کا کیا ساجھا۔ ڈاکٹر شہاب الدین صدیقی فرماتے ہیں کہ بنارس میں محو خواب تھی۔ ایک رات میں بے خبری کے عالم میں چلا جا رہا تھا۔ جب میں بڈ نالہ لال اہل کی ایجنسی کے قریب پہنچا تو وہیں پر ایک جوان آدمی کھڑا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکا۔ میں ابھی کچھ سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ

اس نے میرے بائیں کندھے پر دو گھونسے بڑی زور سے مارے اور مجھے مارتے ہی یک بیک وہ خود بخود تھرتھرایا اور جیسے وہ کانپنے لگا اسی عالم میں وہ گھبرا کر ایک طرف بہت زور سے بھاگ گیا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ اس نے اچانک بے قصور مجھے کیوں مارا اور کیوں وہ خود بخود بھاگ گیا۔ جب کہ یہاں دور تک کہیں پولیس نہیں ہے نہ میں نے اس کی اس بے جا حرکت پر کچھ کہا۔ میں تو ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیا معاملہ ہے وہ بھاگ گیا میں نے سوچا کہ چلو جان بچی۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ ورنہ معلوم نہیں وہ کیا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ بہت ہی مضبوط آدمی معلوم ہوتا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے گھر واپس آگیا۔ اسی کے بعد ایک آسیب زدہ لڑکی میرے پاس بغرض علاج لائی گئی۔ جو بہت عرصہ سے اس بلا میں مبتلا تھی۔ واقعی اس پر کوئی جن تھا۔ میں نے جیسے ہی اس لڑکی کو دیکھا اس لڑکی نے مجھے سلام کیا اور بڑی خوفناک نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے چاہا کہ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ ابھی پوچھ ہی رہا تھا کہ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کہئے تو میں آپ کو ایک ایسا واقعہ بتا دوں جس کو آپ نے سب سے چھپا کر رکھا ہے۔ جس کا ابھی تک آپ نے ذکر نہیں کیا۔ میں جن ہوں کہئے تو میں بتاؤں تو آپ کو میری بات کی صداقت کا پتہ چلے گا۔ میں نے کہا کہ جی بتائیے تو اس نے کہا کہ ایک رات کو جب آپ تنہا جا رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ کو دو گھونسے مارے تھے۔ مگر مارتے ہی وہ خود تھرتھرا گیا تھا اور بھاگ گیا تھا۔ آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہوا تھا وہ اس لیے ایسا ہوا تھا کہ جیسے ہی اس نے آپ کو گھونسہ مارا ویسے ہی آپ کے پیر و مرشد جن کا آپ پر اور تمام مریدوں پر سایہ رہتا ہے اس کی پیٹھ پر وہ سخت گھونسا مارا کہ اس کی تاب نہ لا کر ۲۰ منٹ کے اندر خون تھوک کر وہ مر گیا۔ آپ اس بات کی تصدیق کر لیں وہ جہاں رہتا ہے اس کا میں گھر بتائے دیتا ہوں۔ ڈاکٹر شہاب صاحب اس جن کے قائل ہو گئے اور دوسرے روز انھوں نے اس واقعہ کی جانچ کی تو پتہ چلا کہ بالکل صحیح واقعہ ہے۔ وہ شخص جب بھاگ کر آیا تھا تو یہیں

کہتا تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک ہاتھ میری پیٹھ پر اچانک پڑا۔ بس یہی ہوا وہ چل بسا۔ تو واقعی کسی بزرگ کی غلامی میں آنا کم خوش نصیبی نہیں ہے۔ آقا اپنے غلام کو ہر وقت اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہے اور اللہ عزوجل اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔ اسی لیے حضرت فرماتے ہیں کہ مریدوں کو چاہیے کہ ہر نماز کے بعد حصار کر لیا کریں۔ ان شاء اللہ وہ تمام حادثات سے محفوظ رہیں گے۔ یہ حصار کے کلمات شجرہ مبارکہ میں ہیں۔ اس کے بے شمار فوائد و برکات ہیں۔

ضلع مرادآباد میں عقیدت مند کا چوری گیا ہوا مال واپس مل گیا

ضلع مراد آباد میں ایک مشہور قصبہ بلاری ہے۔ وہاں کا ایک واقعہ حضرت مولانا محمد رفیق صاحب بتاتے ہیں کہ جناب محمود علی اشرفی اور محمد سلیم صاحب اشرفی یہ دونوں صاحبان ایک دوکان میں گھڑی سازی کا کام کرتے تھے۔ ایک رات ان کی تقریباً سو عدد گھڑیاں چوری ہوگئیں۔ اسی کے دوسرے روز حضرت مفتیٔ اعظم ہند اپنے پروگرام کے مطابق بلاری تشریف لائے وہ صاحبان حضرت کو اپنے مکان پر بطور برکت لے گئے۔ جب حضرت وہاں پہنچے تو رات کی چوری کا واقعہ حضرت سے عرض کیا۔ حضرت نے فوراً تعویذ عنایت فرمایا اور دعا کی کہ ان کی گھڑیاں مل جائیں۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت کی خدمت میں چائے وغیرہ پیش کی۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کی چائے اس وقت تک نہ پیئوں گا جب تک آپ کا چوری گیا مال نہ مل جائے۔ اس کے بعد حضرت بریلی شریف تشریف لے گئے۔ ادھر پولیس گھڑیوں کی تلاش میں تھی۔ مگر کہیں نہ پتہ چلا ایک دن مولانا رفیق صاحب نے خواب میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند کی زیارت کی۔ حضرت نے مولانا سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو صبح خبر کردیں کہ وہ گھڑیاں ایک کچی دیوار کے اندر چھپی ہوئی ہیں۔ انشاء تعالیٰ آج وہ سب مل جائیں گی۔ رفیق صاحب نے ان لوگوں کو بلاکر کہا کہ آج میرے پیر و مرشد آقائے نعمت عارف باللہ حضور مفتیٔ اعظم ہند نے

فرمایا ہے کہ تمہارا سامان مل جائے گا اور سب مال کچی دیوار میں رکھا ہے۔ اسی دن اتفاق سے چوروں کا سراغ خود بخود لگ گیا اور جب تلاشی لی گئی تو واقعی کچی دیوار میں تمام گھڑیاں برآمد ہوئیں۔ اس خبر پر پولیس والے بھی حیران تھے۔ مگر ان کو جب معلوم ہوا کہ ایک بزرگ نے خواب میں نشاندہی کردی تھی۔ تو ان کی حیرانی ختم ہوئی۔ یہ اللہ کے نیک بندے کی خدمت میں عرض کرنے کا نتیجہ ہے۔ پھر حضرت اپنی طرف سے کیا دیتے ہیں۔ وہ تو اسی اللہ عزوجل کا کلام لکھ کر دیتے ہیں۔ جو سب کا خالق ہے۔ جو سب کا حاجت روا ہے۔ جو سب کی سنتا ہے۔ بس اپنے نیک بندوں کا وسیلہ اپنے بندوں میں رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کو اس کی قطعیؑ حاجت نہیں ہے۔ مگر اس کا کرم خاص اپنے چاہنے والوں پر ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی دیوانہ بارگاہ خداوندی میں کسی بات کی ضد کرتا ہے تو وہ اس کی ضد کو پوری کرتا ہے۔

چشمِ ولایت کہاں تک دیکھتی ہے

الہ آباد میں محلہ کیٹ گنج میں ایک لڑکے کو بہت سخت آسیبی شکایت ہوئی۔ اس کی حالت اتنی خراب ہوئی کہ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ کسی عالم نے دیکھ کر بتایا کہ اگر یہ لڑکا دس تاریخ تک زندہ رہا تو زندگی کی امید ہے۔ کوئی صاحب کمال مل جائے تو یہ ہو سکتا ہے۔ اس کے والدین سخت پریشان تھے۔ حضرت الہ آباد کے دارالعلوم غریب نواز کے سالانہ اجلاس کی سرپرستی فرمانے تشریف لائے تھے اور پہلا جلسہ سرائے غنی میں ہوا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ایک لڑکا جس کی حالت بہت خراب ہے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضرت خاموش ہوگئے۔ میں حضرت کی طرف پُر امید نظروں سے دیکھتا رہا۔ مگر حضرت تقریباً پانچ منٹ کے بعد اچانک حضرت اٹھ کر وضو فرمانے لگے اور ایک دم إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھنے لگے میں اس وقت کچھ نہیں سمجھا۔ حضرت جب الہ آباد دوسرے دن ۱۱ بجے دن میں تشریف لائے تو اس لڑکے کا انتقال ہو چکا تھا۔ اب رات کو حضرت کا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ کا پڑھنا سمجھ میں آیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر گورنر یو۔پی کی حاضری

اسی سال یو۔پی کے گورنر جناب اکبر علی خاں صاحب بڑی عقیدت ومحبت سے بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوئے گورنر موصوف حضور مفتی اعظم ہند صاحب قبلہ کی بھی زیارت کرنا چاہتے تھے مگر حضرت ان کے آنے سے قبل ایک بیمار دم توڑتے ہوئے غریب مسلمان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اللہ والے صاحب ثروت لوگوں سے ملنا کہاں پسند کرتے ہیں یہی وجہ تھی کہ گورنر صاحب کو ایک مردِ مومن کی زیارت نہ ہو سکی۔ اگر چہ گورنر صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں میں ہیں اور تمام اولیاء اکرام کے عقیدت مند ہیں۔ انھوں نے امام اہلسنت کے مزار شریف پر چادر پیش کی۔ صلاۃ وسلام بھی پڑھا۔ حضرت مولانا شاہ رحمانی میاں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کیا ہوا قرآن کریم بھی ان کو عطا کیا اور اس آستانے سے ان کو دعاؤں سے نوازا گیا۔

حضرت کی طرف سے دعوتِ طعام

فاضل جلیل علامہ خواجہ مظفر حسین پورنیوی بہاری جو اس وقت جامعہ عربیہ سلطانپور میں مدرس ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے ان کو خلافت سے بھی نوازا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضرت کی زیرِ نگرانی چلنے والے دار العلوم مظہرِ اسلام بریلی سے فارغ ہو کر اپنے مکانوں کی طرف واپس جانے والے ہوئے۔ ہم لوگ سب بہار کی طرف کے رہنے والے تھے اور اسی طرف جانے کے لیے تیاری کر لی۔ آخر میں ہم سب تاجدار اہلسنت عارف باللہ مفتی اعظم ہند کی خدمت میں اجازت لینے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ لوگ آج نہ جائیے۔ آج میرے مہمان رہئے۔ آج شام کو آپ لوگوں کی دعوت میرے یہاں۔ سب لوگ یہاں کھانا کھائیے۔ پھر کل جائیے گا۔ ادھر حضرت کا یہ ارشادِ گرامی ادھر طلباءؑ اپنے گھروں کو واپس جانے کے لیے بے قرار، ٹکٹ لیے جا چکے تھے۔ سب کی سیٹ بک ہو چکی تھی۔ مگر میں نے سمجھ لیا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ حضرت نے

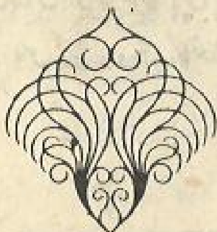
اور طلباءؑ کو نہیں روکا۔ مگر صرف بہار جانے والوں کو روک رہے۔ دعوت ایک بہانہ ہے بہر حال لڑکے اس بات پر راضی ہوئے کہ ہم لوگ آج دن کی ٹرین کے بعد رات کی ٹرین سے چلیں گے اور لکھنؤ سے بہار جانے والی گاڑی مل جائے گی۔ کیونکہ وہاں تار دیئے جا چکے تھے وہاں سب لوگوں کے گاؤں میں استقبال کی تیاریاں تھیں۔ کیونکہ یہ لوگ بہت دنوں کی محنتوں اور مشقتوں کے بعد عالم کی حافظ کی سند لے کر اپنے اپنے وطن جا رہے تھے۔ خواجہ مظفر حسن صاحب فرماتے ہیں۔ رات کو کھانا کھا کر حضرت سے اجازت لے کر بہت سے طلبا جو اب عالم ہو چکے تھے چلے گئے مگر میں اور میرے ساتھ کچھ لوگ رہ گئے۔ رات کی ٹرین سے جو علماء گئے وہ لکھنؤ اتنی دیر سے پہنچی کہ بہار جانے والی ایکسپریس گاڑی نکل گئی اب یہ لوگ اسٹیشن پہ دوسری ٹرین کا انتظار کرنے لگے۔ مگر یہ لوگ سوچ رہے تھے کہ ہمارے گاؤں میں لوگ کیا کہیں گے کہ پروگرام کے مطابق نہیں آئے۔ مگر ان کو کیا معلوم کہ ایک عارف باللہ نے ایک ولی کامل نے ایک اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نے ان کو دعوت دے کر کتنے بڑے حادثے سے بچانے کا بہانہ کر دیا ادھر یہ لوگ اسٹیشن پہ گاڑی کے چلے جانے کا غم لے کر بیٹھے رہے اور وہی ٹرین جب بہار کی طرف گئی تو ایک پل ٹوٹ گیا اور ٹرین کو سخت نقصان پہنچا جس سے سیکڑوں آدمی اسی وقت مر گئے اور سیکڑوں آدمی سخت زخمی حالت میں ہسپتال میں بھرتی کیے گئے۔ ان طالب علموں نے چونکہ اسی ٹرین سے آنے کا تار اپنے اپنے یہاں سے دے دیا تھا۔ اب کیا تھا کہ ہر ہر گاؤں میں ایک کہرام مچ گیا۔ سب یہی سمجھ رہے تھے۔ وہ سب لوگ پروگرام کے مطابق اسی ٹرین سے آ رہے ہوں گے جو پل سے گر کر تباہ ہو چکی ہے۔ سب روتے پیٹتے ہوئے پتہ لگانے کٹھیار کی طرف آ گئے۔ کچھ لوگ جائے حادثہ پہ پہنچ گئے۔ بریلی شریف فون کیا گیا تو یہاں سے اطلاع کر دی گئی کہ حضرت مفتی اعظم ہند کی دعوت کی وجہ سے ان لوگوں نے وہ ٹرین چھوڑ دی تھی۔ وہ لوگ اس ٹرین سے نہیں گئے۔ اس حادثے کے بعد دوسرے دن یہ

سب لوگ اپنے گھروں کو جس وقت پہنچے تو حضرت کی دعوت کا راز کھلا۔ اللہ کے ولیوں کی باتوں میں کیا کیا راز پوشیدہ ہوتے ہیں۔

حضرتِ مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

یہی خواجہ منظر حسن صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک شب بے خبر سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ میں کچھوچھہ شریف میں ہوں۔ حالانکہ اس سے قبل میں کبھی کچھوچھہ شریف نہیں گیا تھا۔ مگر حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غریب کو اپنی زیارت سے نوازا یہ ان کی بندہ پروری ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آستانۂ مخدوم ہے اور ہزاروں لوگ حضرتِ مخدوم صاحب کی آمد کے منتظر ہیں۔ ایک راستے کی طرف جدھر سب دیکھ رہے ہیں منتظر نظروں سے میں ...... بھی دیکھنے لگا۔ اتنی دیر میں نے دیکھا کہ حضرت مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ اور ان کے آگے آگے جیسے آتشیں گولے داغے جا رہے ہیں اور جدھر مخدوم صاحب پرجلال نظروں سے دیکھتے ہیں۔ آگ کے شعلے ادھر لوٹتے ہیں اور پتہ نہیں کتنے آسیب ان کی پرجلال نظروں کے سامنے جل کر راکھ ہو رہے ہیں۔ ہر طرف ایک چیخ و پکار ہے۔ ہر شخص گھبرا کر جاگ رہا ہے کتنا حسین و نورانی چہرہ تھا بس جس وقت اس چہرہ مبارک کا تصور کرتا ہوں عجیب سی ایمانی لذت محسوس کرتا ہوں۔ حضرت مخدوم اشرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرجلال شخصیت آج بھی اپنے عقیدت مندوں کو سیراب کر رہی ہے۔ ہاں تو اسی عالم میں میں بھی حضرت مخدوم صاحب کے آستانے کی سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ یک بیک ...... اسی سیڑھی پر میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ کھڑے ہیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ خواجہ منظر حسن تم کہاں تھے میں تم کو تلاش کر رہا تھا لو یہ تم کو میرے مخدوم صاحب نے عطا فرمایا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت نے میرے سر پہ ایک ٹوپی رکھ دی۔ اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں اس خواب کی تعبیر سوچنے لگا اور

بندگوں کی کرم نوازی پر حیران رہا کہ کہاں میں اور کہاں حضرت مخدوم صاحب کا آستانہ عالیہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی سے اس خواب کو نہ بتایا۔ اسی سال بریلی شریف میں عرس رضوی کے موقع پر بریلی شریف حاضر ہوا حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ رونق افروز تھے۔ حضرت نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ یہیں بیٹھے ہیں ابھی آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرت اندرونِ خانہ تشریف لے گئے اور جب باہر تشریف لائے تو ایک پگڑی دستِ مبارک میں لے کر تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کو خلافت دیتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے دستِ مبارک سے سر پر پگڑی باندھ دی اس اچانک کرم نوازی پر میں خوش بھی تھا۔ حیران بھی تھا اور اس بوجھ کو اٹھانے کی ہمت اپنے اندر نہیں پا رہا تھا۔ مگر یہ کرم تھا میرے پیر و مرشد کا وہ جس کو چاہیں نوازیں۔ اسی وقت حضرت مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ مقدسہ کا وہ خواب جو اب سے کئی ماہ قبل میں نے دیکھا تھا یاد آ گیا۔ اللہ اللہ یہ رازہائے طریقت ہیں جو کم ظرفوں کم فہموں کی عقل سے بالاتر ہیں وہ اپنے در کے گداؤں کو کس کس طرح نوازتے ہیں۔



حضور مفتی اعظم ہند تاجور ملک سخن اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادہ اور استاد زمن حضرت علامہ حسن علیہ رحمتہ کے بھیجتے ہیں۔ دیگر علوم و فنون کی طرح شاعری بھی انہیں ورثہ میں ملی ہے۔

تصانیف و نعت گوئی

حضور مفتی اعظم ہند کی تصانیف کی صحیح تعداد کا علم تو نہیں لیکن مندرجہ ذیل کتب کے بارے تصدیق ہو چکی ہے۔ یہ کتب علم و ادب کے جواہر پارے ہیں اور آپ کی علمیت و دانائی کے منہ بولتے شاہکار۔ حضور مفتی اعظم ہند فن تاریخ گوئی میں بے مثل ہیں آپ کی تمام تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ تنویر الحجتہ بالتوا، الحجتہ طرد الشیطان حجتہ الباهرہ بوجب الحجتہ الحامزہ، القول العجیب، فی جواز التثویب۔ وقعات السنان فی حلقہ مسماۃ بسط البنان، ادخال السنان، رسائل سماع طرق الہدیٰ والارشاد ان کتب کے علاوہ حضور مفتی اعظم ہند کے فتاوی کا مجموعہ "فتاویٰ مصطفویہ" کا پہلا حصہ کتاب الایمان کی صورت میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکا ہے اور جلد ہی دوسرا حصہ چھپ کر آنے کی امید ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا نعتیہ کلام بھی چھپ چکا ہے۔





کون کہتا ہے آنکھیں چرا کر چلے
کب کسی سے نگاہیں بچا کر چلے

کون اس سے نگاہیں لڑا کر چلے
کس کی طاقت جو آنکھیں ملا کر چلے

وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
ہاں حسیں تم ہو فتنے مٹا کر چلے

رب کے بندوں کو رب سے ملا کر چلے
جلوۂ حق وہ ہم کو دکھا کر چلے

من رأنی رأ الحق سنا کر چلے
میرا جلوہ ہے حق کا جتا کر چلے

جز بشر اور کیا دیکھیں خیرہ نظر
انکمہ مثلی گو وہ سنا کر چلے

باد دامن سے مرجھائی کلیاں کھلیں
فیض سے اپنے غنچے کھلا کر چلے

شب کو شبنم کی مانند رو یا کئے
صورت گل وہ ہم کو ہنسا کر چلے



دوسرا ہیں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں مہر و مہ پتہ ملتا نہیں

ڈوب تو بحرِ فنا میں پھر بقا پائے گا تو
قبل از بحرِ فنا بحرِ بقا ملتا نہیں

ذرہ ذرہ خاک کا چمکا ہے جس کے نور سے
بے بصیرت ہے جسے وہ مہ لقا ملتا نہیں

جو خدا دیتا ہے ملتا ہے اسی سرکار سے
کچھ کسی کو حق سے اسی در کے سوا ملتا نہیں

کیا علاقہ دشمنِ محبوب کو اللہ سے
بے رضاءِ مصطفائی مدعا ملتا نہیں

وصلِ مولیٰ چاہتے ہو تو وسیلہ ڈھونڈ لو
بے وسیلہ نجدیو ہرگز خدا ملتا نہیں

ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ سے عیاں پھر بھی نہاں
ہو کے شہ رگ سے قریں تر ہے خدا ملتا نہیں

دہریا الجھا ہوا ہے دہر کے پھندے میں یوں
سلا الجھا سامنے ہے اور سرا ملتا نہیں

سب سے پھر کر آئے ہیں اب شاہِ والا کے حضور
جز تمہارے شافعِ روزِ جزا ملتا نہیں

ہیں خورشیدِ رسالت نور کا سایہ کہاں
تب سے سایۂ خیرالوریٰ ملتا نہیں

ہیں ظلِ حضرتِ حق سایہ کا سایہ کہاں
فرضی ظل سے ظلِ ہما ملتا نہیں

دشمنِ جاں سے کہیں بدتر ہے دشمن دین کا
ان کے دشمن سے کبھی ان کا گدا ملتا نہیں

ہم تو ہم وہ انبیاء کے واسطے ہیں واسطہ
ان کو بھی جو ملتا ہے بے واسطہ ملتا نہیں

جو محب کی چیز ہے محبوب کے قبضے کی ہے
ہاتھ میں جس کے ہو سب کچھ اس سے کیا ملتا نہیں

دل گیا اچھا ہوا اس کا نہیں غم غم ہے تو یہ
لے گیا پہلو سے جو وہ دل رُبا ملتا نہیں

محی سنت حامی ملت مجدد دین کا
پیکرِ رشد و ہدیٰ احمد رضا ملتا نہیں

بے نوا کو بے صدا ملتا ہے اس سرکار سے
دودھ بھی بچے کو ماں سے بے صدا ملتا نہیں

کس طرح ہو حاضرِ در نوری بے پر شہا۔ ناکے روکے دشمنوں نے راستہ ملتا نہیں



وصف کیا لکھے کوئی اس مہبطِ انوار کا
مہر و مہ میں جلوہ ہے جس چاند کے رضسار کا

دل ہے کس کا جان کس کی سب کے مالک ہیں وہی
دونوں عالم پر ہے قبضہ احمد مختار کا

فق ہو چہرہ مہر و مہ کا ایسے منہ کے سامنے
جس کو قسمت سے ملے بوسہ تری پیزار کا

ہیں تری رحمت کے قرباں اے مرے امن واماں
کوئی بھی پرساں نہیں ہے مجھ سے بدکردار کا

کُن کا حاکم کر دیا ہے اللہ نے سرکار کو
کام شاخوں سے لیا ہے آپ نے تلوار کا

رَبِّ سَلِّمْ کی دعا سے پار بیڑا کیجئے
راہ ہے تلوار پر نیچے ہے دریا نار کا

جس نے جو مانگا وہ پایا اور بے مانگے دیا
پاک منہ پر حرف آیا ہی نہیں انکار کا

دل میں گھر کرتا ہے اعدا کے ترا شیریں سخن
ہے میرے شیریں سخن شہرہ تری گفتار کا

ظلمتِ مرقد کا اندیشہ ہو کیوں نوری مجھے — قلب میں ہے جب مرے جلوہ جمالِ یار کا

چارہ گر ہے دل تو گھائل عشق کی تلوار کا
کیا کروں لے کے پھاہا مرہم زنگار کا

حسن تو بے پردہ ہے پردہ ہے اپنی آنکھ پر
دل کی آنکھوں سے نہیں ہے پردہ روئے یار کا

اک جھلک کا دیکھنا آنکھوں سے گو ممکن نہیں
پھر بھی عالم دل سے طالب ہے ترے دیدار کا

تیرے باغ حسن کی رونق کا کیا عالم کہوں
آفتاب اک زرد پتہ ہے ترے گلزار کا

جب گرا میں بیخودی میں ان کے قدموں پہ گرا
کام تو میں نے کیا اچھے بھلے ہشیار کا

پاؤں کیا میں دل میں رکھ لوں پاؤں طیبہ کے خار
مجھ سے شوریدہ کو کیا کھٹکا ہو نوک خار کا

دھجیاں ہو جائے دامن فرد عصیاں کا مری
ہاتھ آ جائے جو گوشہ دامن دلدار کا

ہفت کشور ہی نہیں چودہ طبق زیر نگیں
عرش و کرسی یہ لامکاں کس کا مرے سرکار کا

مرقد نوری پہ روشن ہے یہ لعل شب چراغ
یا چمکتا ہے ستارہ آپ کی پیزار کا



حبیب خدا کا نظارہ کروں میں
دل و جان ان پر نثارا کروں میں

تری کفش پایوں سنوارا کروں میں
کہ پلکوں سے اس کو بہارا کروں میں

تری رحمتیں عام ہیں پھر بھی پیارے
یہ صدمات فرقت سہارا کروں میں

مجھے اپنی رحمت سے تو اپنا کر لے
سوا تیرے سب سے کنارا کروں میں

میں کیوں غیر کی ٹھوکریں کھانے جاؤں
ترے در سے اپنا گزارا کروں میں

سلاسل مصائب کے ابرو سے کاٹو
کہاں تک مصائب گوارا کروں میں

خدارا اب آؤ کہ دم ہے لبوں پر
دم واپسیں تو نظارا کروں میں

ترے نام پر سر کو قربان کر کے
ترے سر سے صدقہ اُتارا کروں میں

یہ اِک جان کیا ہے اگر ہوں کروڑوں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں

مجھے ہاتھ آئے اگر تخت شاہی
تری کفش پا پر نثارا کروں میں

ترا ذکر لب پر خدا دل کے اندر
یوں ہی زندگانی گزارا کروں میں

دم واپسیں تک ترے گیت گاؤں
محمد محمد پکارا کروں میں

ترے در کے ہوتے کہاں جاؤں پیارے
کہاں اپنے دامن پسارا کروں میں

مرا دین و ایماں فرشتے جو پوچھیں
تمہاری ہی جانب اشارہ کروں میں

خدا ایسی قوت دے میرے قلم میں
کہ بدمذہبوں کو سدھارا کروں میں

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد
اگر قلب اپنا دو پارا کروں میں

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینہ کی گلیاں بہارا کروں میں

بہارِ جانفزا تم ہو نسیم دل ستاں تم ہو
بہار باغ رضواں تم سے ہے زیب جناں تم ہو

کوئی کیا جانے جو تم ہو خدا ہی جانے کیا تم ہو
خدا تو کہہ نہیں سکتے مگر شانِ خدا تم ہو

تمہارا حسن ایسا ہے کہ محبوب خدا تم ہو
مہ کامل کرے کسب ضیا وہ مہ لقا تم ہو

تمہاری حمد فرمائی خدا نے اپنے قرآں میں
محمد اور محمد مصطفےٰ و مجتبےٰ تم ہو

تمہیں باطن تمہیں ظاہر تمہیں اول تمہیں آخر
نہاں بھی ہو عیاں بھی مبتدا و منتہا تم ہو

مرا کیا منہ کہ میں مدح و ستائش کو زباں کھولوں
مرے آقا تم ایسے ہو کہ ممدوح خدا تم ہو

علوِ رتبۂ سرکار عالی سب پہ روشن ہے
مکینِ لامکاں تم ہو شہِ عرشِ علا تم ہو

شب معراج سے اے سیدِ کل ہو گیا ظاہر
رسول ہیں مقتدی سارے امام الانبیاء تم ہو

تمہارے چاہنے والے کو کچھ ایسی محبت ہے
ادھر ہو جانے وہ مولیٰ جدھر صدرالوریٰ تم ہو

گرفتار بلا حاضر ہوتے ہیں ٹوٹے دل لے کر
کہ ہر بے کل کی کل ٹوٹے دلوں کا آسرا تم ہو

مسلط کر دیا تم کو خدا نے اپنے غیبوں پر
بنی مجتبےٰ تم ہو رسول مرتضےٰ تم ہو

چمک جائے دل نوری تمہارے پاک جلووں سے
مٹا دو ظلمتیں دل کی مرے نورالہدیٰ تم ہو





کیا کہوں کیسے ہیں پیارے ترے پیارے گیسو
دونوں عارض ہیں ضحیٰ لیل کے پارے گیسو

دست قدرت نے ترے آپ سنوارے گیسو
حور سو نازسے کیوں ان پہ نہ وارے گیسو

خاک طیبہ سے اگر کوئی نکھارے گیسو
سنبلِ خلد تو کیا حور بھی ہارے گیسو

سر بسجدہ ہوئے محراب خم ابرو میں
کعبہ جاں کے جو آئے ہیں کنارے گیسو

اپنی زلفوں سے اگر نعل مبارک پوچھے
رضواں برکت کے لئے حور کے دھائے گیسو

گرد جھاڑی ہے ترے روضہ کی بالوں سے شہا
مشکبو کیسے نہ ہوں آج ہمارے گیسو

اب چمکتی ہے سیہ کار و تمہاری قسمت
لو جھکے اذن کے سجدہ کو وہ پیارے گیسو

پھوار مستوں پہ ترے ابر کرم کی برسے
ساقیا کھول ذرا حوض کنارے گیسو

یہ سر طور سے گرتے ہیں شرارے نوری
روئے پر نور پہ یا نہ وارے ہیں تارے گیسو



تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے
ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ

دل اپنا چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے
کر آنکھیں بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ

سرشار مجھے کر دے اک جام لبالب سے
تا حشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

تم آئے چھٹی بازی رونق ہوئی پھر تازی
کعبہ ہوا پھر کعبہ کر ڈالا تھا بت خانہ

مست مئے الفت ہے مدہوش محبت ہے
فرزانہ ہے دیوانہ دیوانہ ہے فرزانہ

میں شاہ نشیں ٹوٹے دل کو نہ کہوں کیسے
ہے ٹوٹا ہوا دل ہی سرکار کا کاشانہ

کیوں زلف معطر سے کوچے نہ مہک اٹھتے
ہے پنجۂ قدرت جب زلفوں کا تری شانہ

اس در کی حضوری ہی عصیاں کی دوا ٹھہری
ہے زہر معاصی کا طیبہ ہی شفا خانہ

ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے ترا بلبل پروانہ ہے پروانہ

پیتے ہیں ترے در کا کھاتے ہیں ترے در کا
پانی ہے ترا پانی دانہ ہے ترا دانہ

ہر آرزو بر آئے سب حسرتیں پوری ہوں
وہ کان ذرا دھر کر سن لیں مرا افسانہ

سنگ درجاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ نجدی سر دیتا ہوں نذرانہ

گر پڑ کے یہاں پہنچا مر مر کے اسے پایا
چھوٹے نہ الٰہی اب سنگ درجانانہ

سنگ درجاناں ہے ٹھوکر نہ لگے اس کو
لے ہوش پکڑ اب تو اے لغزش مستانہ

کچھ اس سے نہیں مطلب ہے دوست کہ دشمن ہے
ان کو تو کرم کرنا اپنا ہو کہ بیگانہ

تھے پاؤں میں بیخود کے چھالے تو چلا سر سے
ہشیار ہے دیوانہ ہشیار ہے دیوانہ

آباد اسے فرما ویراں ہے دل نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

بد سے بد کو لیا جس نے آغوش میں
کیا کسی سے وہ دامن بچا کر چلے

سب کو اسلام کا تم نے بخشا شرف
گرتے پڑتوں کو پیارے اٹھا کر چلے

سخت اعداء کو بھی عفو فرما دیا
رحمت حق کی شانیں دکھا کر چلے

جسم پر نور کا یوں تو سایہ نہ تھا
اور پتھر میں نقشے جما کر چلے

جب قمر اک اشارے سے ٹکڑے کیا
بولے کافر وہ جادو سا کیا کر چلے

جن کے دعوے تھے ہم ہی ہیں اہل زباں
سن کے قرآن زبانیں دبا کر چلے

سر کوثر جو پیاسوں کا شور سنا
پہنچے شربت پلایا پلا کر چلے

کسی جانب سے آئیں ندائیں حضور
مجرموں کی رہائی کا کیا کر چلے

دم میں پہنچے رہائی کا حکم دیا
ان کو دوزخ سے پھیرا پھرا کر چلے

داغ دل ہم نے نوری دکھا ہی دیا
درد دل کا فسانہ سنا کر چلے



پیام لے کے جو آئی صبا مدینے سے
مریضِ عشق کی لائی دوا مدینے سے

ملے ہمارے بھی دل کو جلا مدینے سے
کہ مہر و ماہ نے پائی ضیاء مدینے سے

تمام شاہ و گدا پل رہے ہیں اس در سے
ملی جہان کو روزی سدا مدینے سے

وہ آیا خلد میں جو آگیا مدینے میں
گیا وہ خلد سے جو چل دیا مدینے سے

نہ چین پائے گا یہ غمزدہ کسی صورت
مریض تم کو ملے گی شفاء مدینے سے

کرے گی مردوں کو زندہ تشنوں کو سیراب
وہ دیکھو اٹھی کرم کی گھٹا مدینے سے

ہمارے دل کو تو بھایا ہے طیبہ ہی زاہد
تمہیں ہے مکہ تو ہو گا سوا مدینے سے

تمہارے قدموں پر صدقے جاں فدا ہو جائے
نہ لائے پھر مجھے میرا خدا مدینے سے

تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

ترے نصیب کا نوری ملیگا تجھکو بھی ؛ لے آئے حصہ یہ شاہ و گدا مدینے سے

سب سے اعلیٰ عزت والے غلبہ و قہر و طاقت والے حرمت والے کرامت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

آپ کا چاہا رب کا چاہا رب کا چاہا آپ کا چاہا رب سے ایسی چاہت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

رب کے پیارے راج دلارے ہم ہیں تمہارے تم ہو ہمارے اے دامان رحمت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

راجہ پرجا آپ کے دوارے سب ہیں بیٹھے جھولی پسارے داتا پیارے دولت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

کھیون ہارے کھیون ہارے بتیاں پکڑلے مورے پیارے قوت والے ہمت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

تخت تمہارا عرش خدا کا ملک خدا ہے ملک تمہارا حق کی ایسی نیابت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

دولت دو عالم کو بانٹو پیٹ پر اپنے پتھر باندھو اللہ اللہ سخاوت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

تم کو دیکھا حق کو دیکھا آپ کی صورت اس کا جلوہ اچھی اچھی صورت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

آپ کا سایہ کیسے ہوتا آپ ہیں نور حق کا سایا ظل رحمت طلعت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

خواب میں جلوہ اپنا دکھاؤ نوری کو تم نوری بناؤ اے چمکیلی رنگت والے
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام
تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام



صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

اعلیٰ سے اعلیٰ رفعت والے بالا سے بالا عظمت والے سب سے برتر عزت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

تم ہو آب عین رحمت تم ہو تاب ماہ وحدت اے چمکیلی رنگت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

مالک کل کے تم ہو نائب سب ہے تمہارا حاضر غائب تم ہو شہود و غیبت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

تم ہو سایہ رب عزت تم ہو مایۂ خالق و خلقت دونوں جہاں کی زینت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

تم نے پایا رتبہ علیا قاب قوسین او ادنیٰ حق سے ایسی قربت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

تم ہو وجہ بعث خلقت تم ہو سر غیب و شہادت راز وحدت کثرت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

تم ہو حق کے وہ ہے تمہارا سب ہے تمہارا جو ہے اس کا حق ہے سر ایسی الفت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

کوئی نہیں ہے ایسا آقا پردہ ڈھانپے جو ننگوں کا شرم و حیا و غیرت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

اللہ خبر لو نوری کی اچھی صورت ہو نوری کی چاند سے اچھی صورت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ



ترا جلوہ نور خدا غوث اعظم
ترا چہرہ ایماں فزا غوث اعظم

خودی کو گماؤں تو میں حق کو پاؤں
مجھے جام عرفاں پلا غوث اعظم

خدا تو نہیں ہے مگر تو خدا سے
جدا بھی نہیں ہے ذرا غوث اعظم

تو باغ علی کا ہے وہ پھول جس سے
دماغ جہاں بس گیا غوث اعظم

ترا رتبہ اللہ اکبر سروں پر
قدم اولیاء نے لیا غوث اعظم

پریشان کر دے پریشانیوں کو
پریشان دل ہے مرا غوث اعظم

ارے مورے سیاں پڑوں تورے پیاں
پکڑ موری بیاں پیا غوث اعظم

مرا سر تری کفش پا پر تصدق
وہ پا کے تو قابل ہے کیا غوث اعظم

جھلک روئے انور کی اپنے دکھا کر
تو نوری کو نوری بنا غوث اعظم



کھلا میرے دل کی کلی غوث اعظم
مٹا قلب کی بے کلی غوث اعظم

مرے چاند میں صدقے آجا ادھر بھی
چمک اٹھے دل کی کلی غوث اعظم

ترے رب نے مالک کیا ترے جد کو
ترے گھر سے دنیا پلی غوث اعظم

کہا جس نے یا غوث اغثنی تو دم میں
ہر آئی مصیبت ٹلی غوث اعظم

جو قسمت ہو میری بری اچھی کردے
جو عادت ہو بد کر بھلی غوث اعظم

ترا رتبہ اعلیٰ نہ کیوں ہو کہ مولیٰ
تو ہے ابن مولیٰ علی غوث اعظم

قدم گردن اولیاء پر ہے تیرا
ہے تو رب کا ایسا ولی غوث اعظم

خدا ہی کے جلوے نظر آئے جب بھی
تری چشم حق بیں کھلی غوث اعظم

فدا تم پہ ہو جائے نوریؔ مضطر
یہ ہے اس کی خواہش ولی غوث اعظم



تجلی نور قدم غوث اعظم
ضیائے سراج الظلم غوث اعظم

مخالف ہوں گو سو پدم غوث اعظم
ہمیں کچھ نہیں اس کا غم غوث اعظم

نہیں لاتا خطرے میں شاہوں کو شاہا
ترا بندۂ بے درم غوث اعظم

ترا ایک قطرہ عوالم نما ہے
نہیں چاہئے جام جم غوث اعظم

ترا حسن نمکیں بھرے زخم دل کے
بنہ مرہم بر دلم غوث اعظم

دم نزع آؤ کہ دم آئے دم میں
کرو ہم پہ یٰسین دم غوث اعظم

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

کیا فیصلہ حق و باطل میں تم نے
کیا حق نے تم کو حکم غوث اعظم

تمہارے کرم کا ہے نوری بھی پیاسا
ملے یم سے اس کو بھی نم غوث اعظم

حقیقت سے تمہاری جز خدا اور کون واقف ہے
کہے تو کیا کہے کوئی چنیں تم ہو چناں تم ہو
خدا کی سلطنت کا دو جہاں میں کون دولہا ہے
تم ہی تم ہو تم ہی تم ہو یہاں تم ہو وہاں تم ہو
زمین و آسماں کی سب بہاریں آپ کا صدقہ
بہارِ بے خزاں تم ہو بہار جاوداں تم ہو
تمہاری تابش رخ ہی سے روشن ذرہ ذرہ ہے
مہ و خورشید و انجم برق میں جلوہ کناں تم ہو
مجسم رحمتِ حق ہو کہ اپنا غم نہ اندیشہ
مگر ہم سے سیہ کاروں کی خاطر یوں دواں تم ہو
حقیقت میں نہ بے کس ہوں نہ بے بس ہوں نہ ناطاقت
میں صدقے جاؤں مجھ کمزور کے تاب و تواں تم ہو
مسیح پاک کے قرباں مگر جانِ دل و ایماں
ہمارے درد کے درماں طبیب انس و جاں تم ہو
دکھائے لاکھ آنکھیں مہر محشر کچھ نہیں پرواہ
خدا رکھے تمہیں تم ہو مرے امن و اماں تم ہو
فقط نسبت کا جیسے ہوں حقیقی نوری ہو جاؤں
مجھے جو دیکھے کہہ اٹھے میاں نوری میاں تم ہو
ثنا منظور ہے انکی نہیں یہ مدعا نوری! سخن سنج و سخنور ہو سخن کے نکتہ داں تم ہو

سفر و تبلیغ دین

حضور مفتی اعظم ہند اس ضعیف العمری اور بیماری کے باوجود بہت زیادہ سفر کرتے ہیں۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تبلیغ دین کی خاطر جاتے ہیں۔ آپ کو اس عمر میں سکون اور آرام کی بے حد ضرورت ہے۔ ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے سے منع کیا ہوا ہے مگر اس کے بخلاف آپ ہر وقت سفر میں رہتے ہیں۔ کسی کی دلشکنی نہیں کرتے بلکہ اس بیماری اور کمزوری کے باوجود آپ ہر ماہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں اور ہر دعوت دینے والے کی دلجوئی کی خاطر لمبے سے لمبا سفر اختیار کرتے ہیں۔ تبلیغ دین اور سفر ہی سے آپ کو گوناں سکون ملتا ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند کے سفر میں رہنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آپ کی ذات سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فیض پہونچ جائے اور دوسری طرف آپ خود بہ نفس نفیس وطن عزیز و اقارب اور اہل و عیال سے دور رہ کر جدائی کی تلخیوں کو سہتے ہوئے صبر کریں اور اپنے آرام و سکون سے زیادہ خدمت خلق کو مقدم سمجھیں۔ وطن سے دور۔ عزیز و اقارب سے منقطع۔ صبر پر تکیہ کئے۔ رضائے الٰہی کی خاطر سفر کی تکلیف سے دوچار اور موسمی اثرات سے بے پرواہ تبلیغ دین کی خاطر نکلنا ایک بہت ہی عظیم مجاہدہ اور ریاضت ہے اور اسمیں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ فضیلتیں ہیں۔ سفر کے

اور بہت سے فائدے ہیں۔ سفر سے انسان کے اخلاق کو جلا ملتی ہے اور بہت سے حقائق صرف سفر کے دوران حاصل ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مفتیٔ اعظم ہند حقائق کی جستجو اور رضائے الٰہی کی خاطر سفر میں رہنا پسند کرتے ہیں چاہے اس کے لئے انکو کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔ سفر سے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور روئے زمین کے حصے دیکھتا ہے۔ پہاڑوں۔ دریاؤں میدانوں اور صحراؤں غرض اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بے شمار عنایات سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ان سب کا اثر اُس پر یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی بزرگی اور عظمت کا مشاہدہ کر کے اپنی ریاضت کو مزید تقویت پہونچاتا ہے اور قدرتِ حق کے وہ عظیم شاہکار جو وہ اقامت کے زمانہ میں نہیں دیکھ سکتا سفر میں دیکھ لیتا ہے جس سے اُس پر ہیبتِ الٰہی اور شفقتِ کبریائی دونوں کا راز عیاں ہوتا ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند کی اقامت اور سفر دونوں ارشادِ ربانی کے تابع ہیں آپ اقامت میں ہوں یا سفر میں دونوں حالتوں میں خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار ہمہ تن دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کے ذریعہ دنیائے سنیّت میں تابندگی اور چمک ہے جس سے اہل ایمان کو تقویت اور بدمذہبوں کو اذیت پہونچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مفتیٔ اعظم ہند کو ایسا باہمت اور پختہ ارادہ کا بنایا ہے کہ ان سے نہ صرف اپنے بندوں کو فیضیاب کرانے بلکہ انکے ذریعہ عالم اسلام میں ایک نئی روح پھونک دے۔

مفتیٔ اعظم ہند نے تین حج کئے۔ تیسرا حج ۱۹۷۱ء سنہ میں کیا جو ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے اور یادگار حج ہے جو انہوں نے بغیر فوٹو کے پاسپورٹ حاصل کر کے ادا

کیا۔ جس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے آقا و مولا کی تصویر بسی ہو اور جس کا دل حبیبِ خدا کی محبت و عظمت کا مدینہ ہو بھلا وہ اپنی تصویر کھنچوا کر کیا کرتا اور اس کو کب گوارہ ہوتا کہ وہ کوئی بھی کام شرع کے خلاف کرے جبکہ تصویر کھنچوانا اسلامی فقہ کی رو سے ناجائز ہے گو کہ حج کے لئے بحالتِ مجبوری تصویر کھنچوائی جا سکتی ہے مگر جس مقدس ہستی سے کبھی کوئی کام خلافِ سنت سرزد نہ ہوا ہو تو اس میں کیسے نہ احتیاط کرے۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند حج کے زمانہ میں بھی سفر کرنے میں پیش پیش تھے۔ آپ کی ہمت اور استقامت کا یہ عالم تھا کہ غارِ ثور تشریف لے گئے۔ غارِ ثور ایک ایسا پہاڑ ہے جسے ایک جوان وصحت مند آدمی تین گھنٹہ میں طے کرتا ہے۔ حضرت نے بغیر کسی سہارے کے یہ چڑھائی ڈھائی گھنٹہ میں طے کی۔ غارِ ثور سے واپسی کے بعد جب آپ اپنے کمرے میں جانے کیلئے دوسری منزل پر سیڑھیاں چڑھنے لگے تو کچھ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد فرمایا "کہ تھک گیا ہوں" اس پر ایک صاحب نے کہا کہ حضور غارِ ثور کی چڑھائی کے وقت آپ نے تھکن کا احساس تک نہ کیا پھر یہاں کیسے تھک گئے۔ اس پر حضرت نے فرمایا "وہ مقام اور تھا یہ اور ہے" اسی طرح غارِ حرا کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ حضرت عمرہ میں روزانہ بعد نماز عشاء طواف کے لئے جاتے تھے اور صفا و مروہ کے درمیان باقاعدہ دوڑتے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو مسافر سب سے زیادہ محبوب ہے" یہ وہ لوگ ہیں (مسافر) جو اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر بھاگے بھاگے پھرتے ہیں اور جو قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے پاس جمع ہوں گے۔ مفتیٔ اعظم ہند کی تو پوری زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزر رہی ہے۔ اور آپ اکثر و بیشتر سفر میں رہتے ہیں۔ اپنے قول و فعل سے سراپا تبلیغ ہیں لیکن جو کچھ کہتے ہیں خود اس پر دوسروں سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔ اپنے علم و عمل پر کبھی نازاں نہیں ہوتے بلکہ اسے بس توفیق الٰہی سمجھتے ہیں۔ حضرت کی نورانی شکل دیکھ کر ہزاروں لوگوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں آپ نے اپنا جلوہ دکھا کر جو کام کیا وہ بڑے بڑے علماء اور مقرر اپنی تقریروں اور تبلیغ و اشاعت سے نہ کر پائے۔

بیعت و مریدی تصورِ شیخ

حضور مفتیٔ اعظم ہند مرشد کامل ہیں۔ آپ کی ذات تابع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ مرشدِ شریعت بھی ہیں اور مرشدِ طریقت بھی۔ مرشد حقیقت بھی ہیں اور مرشد معرفت بھی۔ آپ کی ذات اپنے مرید کے لئے ایک آئینہ ہے۔ آپ سے بیعت ہونے کے بعد مرید کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ مرید کرتے وقت آپ سب سے زیادہ زور اس بات پر دیتے ہیں کہ اتباع شریعت کے بغیر جینا بیکار ہے اور خاص طور پر مندرجہ ذیل باتوں کی تلقین فرماتے ہیں۔

۱۔ مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہنا

۲۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کرنا

۳۔ قضا نمازوں کی جلد از جلد ادائیگی

۴۔ قضا روزوں کی جلد از جلد ادائیگی

۵۔ زکوٰۃ کی فوراً ادائیگی اور پچھلی زکوٰۃ اگر نہ دی گئی ہو تو فوراً دی جائے۔

۶۔ حج بیت اللہ شریف کے فرض کی بجاآوری صاحب استطاعت لوگوں پر

۷۔ جھوٹ۔ بدی۔ چغلی۔ غیبت۔ زنا۔ ظلم۔ خیانت تکبر اور ریا سے پرہیز۔ داڑھی منڈوانا یا کتروانا اور فاسقوں کی وضع بنانا اور ہر بری خصلت سے بچنا۔

مفتیٔ اعظم ہند اپنے ہونے والے مرید کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر مرید سے عہد لیتے ہیں کہ وہ ہر فرض۔ واجب اور سنت کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرے گا اور مندرجہ بالا باتوں پر عمل کرے گا۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند مرید سے فرماتے ہیں کہ کہو میں نے اپنا ہاتھ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔" آپ سے بیعت ہونے کا مطلب یہی ہے کہ مرید سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی میں داخل ہو گیا۔

ایک دفعہ مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم کی خدمت میں ایک صاحب نے منقبت مفتیٔ اعظم پڑھی تو آپ نے فرمایا "میں ایسا تو نہیں ہوں جیسا آپ نے فرمایا مگر ایسا ضرور ہے کہ جو فقیر کے ہاتھ پر بیعت ہوتا ہے اُس کو حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی غلامی میں قبول فرما لیتے ہیں۔"

تصور شیخ کے متعلق حضور مفتیٔ اعظم ہند کا ارشاد ہے "کہ مرید کو چاہیئے کہ خلوت میں آوازوں سے دور بمکان شیخ اور وصال ہو گیا تو جس طرف مزار شیخ ہو متوجہ ہو کر بیٹھے محض خاموش باادب بکمال خشوع اور صورت شیخ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو ان کے حضور جانے اور یہ خیال دل میں جمانے کہ سرکار دو عالم رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے انوارِ فیوض شیخ کے قلب پر فائض ہو

رہے ہیں اور میرا قلب شیخ کے نیچے بحالت در یوزہ گری لگا ہوا ہے اسمیں سے انوار و فیوض اُبل اُبل کر میرے دل میں آ رہے ہیں اس تصور کو بڑھانے یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اس کی انتہا پر صورت شیخ خود متمثل ہو کر مرید کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی اُس کا حال بتائے گی۔

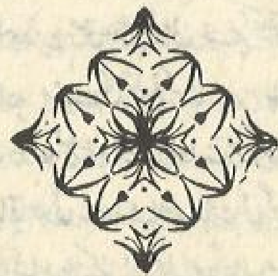
اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشن کو آگے بڑھانے کی تمنا

حضور مفتیٔ اعظم ہند کی دلی تمنا ہے کہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔ آپ ہر وقت یہی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی مسلمانانِ عالم کو اتباع شریعت کی توفیق عطا فرمائے۔ مفتیٔ اعظم ہند کی دعاؤں کے طفیل بریلی شریف میں اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت کام ہو رہا ہے جو اب اپنے آخری مراحل میں ہے۔ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو ہندو کرایہ دار سے خالی کرانے کی کوششیں ہو رہی ہیں جس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی ہے۔ "رضا گیسٹ ہاؤس" کا منصوبہ زیر غور ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ جلد پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے گا۔ "دار الافتاء" کی توسیع کا انتظام بھی کیا جا رہا ہے۔ "رضا ہوسٹل" تقریباً مکمل ہو چکا ہے جس میں اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک کے طلبا قیام کرتے ہیں۔ "خانقاہ عالیہ رضویہ" کی جہاں اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حجۃ الاسلام مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابراہیم رضا خاں صاحب عرف جیلانی میاں علیہ رحمۃ کے مزارات ہیں مکمل دیکھ بھال ہو رہی ہے اور یہ

سب کام مفتیٔ اعظم ہند کی سرپرستی میں بحسن و خوبی اور اہتمام مرحلہ بہ مرحلہ طے ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ حضور مفتیٔ اعظم ہند کا سایہ دنیائے سنیت پر تادیر قائم رکھے آمین ثم آمین بجاہ رسول الکریم صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ اجمعین

انکے علاوہ "ادارہ اشاعت تصانیف رضا" کا قیام ایک بہت ہی خوش آئند اور اہم قدم ہے۔ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیر مطبوعہ کتب کی اشاعت کے سلسلہ میں یہ ادارہ گرانقدر خدمات انجام دے رہا ہے اور شہزادۂ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پاکیزہ تمنا کی صحیح عکاسی کر رہا ہے کہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام غیر مطبوعہ تصانیف شائع کر کے مسلمانانِ عالم کو مسلکِ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روشناس کرایا جائے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی "رضا اکیڈمی" کا قیام ہے جس میں اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تحقیقی کام اور ان کے مشن کو تیز سے تیز تر کر کے دینِ سنیت کی تبلیغ کرنا ہے۔ "جامعہ رضویہ منظر اسلام" اور "مکتبۂ اعلیحضرت" رات و دن تبلیغ دین کی خدمت میں کوشاں ہیں۔ بریلی شریف سے "ماہنامہ اعلیحضرت" کا باقاعدگی سے نکلنا اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اعلیحضرتؓ پر کافی کام ہو رہا ہے۔ اشاعت کے لئے محلہ سوداگران بریلی شریف میں اپنا "رضا برقی پریس" کام کر رہا ہے اس سلسلہ میں بزرگان اعلیحضرت نواسۂ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ ریحان رضا خاں صاحب عرف رحمانی میاں ایم۔ ایل۔ سی مدیر مسئول ماہنامہ اعلیحضرتؓ، نواسۂ مفتی اعظم ہند علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری صدر مدرس و صدر مفتی جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی اور نواسۂ مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مولوی محمد منان رضا خاں صاحب جو رات و دن اس تگ و دو میں لگے ہیں کہ عالم اسلام

کو اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت سے کماحقہ متعارف کرایا جائے۔
نواسۂ مفتی اعظم ہند جناب حضرت مولانا خالد علیمان صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم
مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف اللہ تعالیٰ اُن کو حوصلہ عطا فرمائے تبلیغ
دین اور مسلک اعلیحضرت کو پھیلانے میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مخلص حضرات
کی کوششوں کو بار آور فرمائے اور رہیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا
فرمائے اور ان کی محنت اور لگن کا صلہ انہیں عطا فرمائے اور ان کی کارگزاریوں
کو شرف قبولیت بخشے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔



ادارۂ اہلسنت ــ کراچی

اخوند مسجد، کھارادر

دائرۂ معارف امام احمد رضا
(حیاتِ امام احمد رضا کا پندرہ جلدوں پر مشتمل ایک جامع منصوبہ)

خاکہ

(برائے عالمی جامعات، ادارہ ہائے تحقیقات اسلامی)

:- مرتبہ -:

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد

سعئ اہتمام

سید محمد ریاست علی قادری

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی (پاکستان)

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی ایک اور پیشکش

امام احمد رضا اور عالم اسلام

:- مؤلفہ -:

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سعئ اہتمام :- سید ریاست علی قادری

مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی